تحریک نفاذ اردو کا ترجمان
نفاذ اردو
نومبر ۲۰۲۲

WWW.TNUPAK.COM
TNUPAK@GMAIL.COM
FB/TNUPAK
03495059760

تحریک نفاذ اردو پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ نفاذ اردو

نومبر 2022

فہرست مضامین

www.tnupak.com, tnupak@gmail.com, 03495059760

کچھ اپنی زبان میں۔۔۔۔۔۔۔ قومی ترقی اور قوم

پاکستان قائدا عظمؒ اور علامہ اقبال کے خوابوں کی تعبیر ہے۔ پاکستانی قوم آج بھی ان قائدین کو اپنا رہبر مانتی ہے اور ان کی تعلیمات کی روشنی میں ملک کی تعمیر کرنا چاہتی ہے۔ بد قسمتی سے پاکستان پر ایسا طبقہ قابض رہا ہے جو بانیان پاکستان کے بجائے اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اشاروں پاکستان کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں۔ نصاب تعلیم سے امور مملکت تک بانیان پاکستان کی تعلیمات کو مسلسل نظر انداز کیا جارہا ہے۔ پون صدی گزرنے کے باوجود نہ ملک اسلامی فلاحی ریاست بن سکا اور نہ انگریزی کے تسلط سے نجات حاصل ہو سکی۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ حکمران اسلام کا نعرہ لگا کر ملک کو بتدریج سیکولر ریاست بنارہے ہیں اور انگریزی زبان کی گرفت ریاستی اداروں سے سماجی دائروں تک پھیل چکی ہے۔ قوم دو واضح طبقات میں بٹ چکی ہے۔ ایک طبقہ (انگلش میڈیم) خود کو پیدائشی حکمران مانتا ہے اور دوسرا (اردو میڈیم) پیدائشی محکوم بنادیا گیا ہے۔

ان ہی پالیسیوں کے سبب ملک بدترین سیاسی، معاشرتی اور معاشی صورت حال سے دوچار ہے۔ انگریزی تسلط کی وجہ سے ننانوے فیصد عوام کو پتہ ہی نہیں کہ ان کا ملک کیسے چل رہا ہے اور اس کے ساتھ حکمران طبقہ کیا سلوک کر رہا ہے۔ وہ اجنبیوں کی طرح بس پیٹ پالنے کی دوڑ میں لگے ہیں۔ ملک و قوم کو اس صورت حال سے نکالنے کا واحد راستہ بانیان پاکستان کی تعلیمات کے مطابق اسلامی فلاحی ریاست کا قیام اور بائیس کروڑ پاکستانیوں کو یکسو کرکے انہیں قومی معاملات میں اعتماد میں لیا جائے۔ جو قومی زبان کے نفاذ کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ موجودہ اشرافیہ ملک کے وسائل لوٹنے کے علاوہ کوئی ایجنڈا نہیں رکھتی۔ ان مسائل سے نکلنے کے لیے عوام کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے اپنے ملک کے معاملات پر توجہ دینا ہوگی۔ حکمرانوں اور نوکر شاہی پر کڑی نظر رکھتے ہوئے دستور کی پاسداری کا پابند بنانا ہوگا۔ یہی آگے بڑھنے کا واحد راستہ ہے۔

اردو رسم الخط کا تحفظ

پنجاب حکومت نے بجا طور پر رومن رسم الخط سے قومی زبان اردو کو محفوظ رکھنے کے لیے قانون سازی کرکے تاریخ ساز فیصلہ کیا ہے۔ تحریک نفاذ اردو پاکستان اس فیصلے کی بھرپور تحسین کرتی ہے اور وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی کو مبارک باد پیش کرتی ہے۔ امید ہے کہ وہ ایک قدم آگے بڑھ کر صوبائی نظام کو بھی انگریزی کے بجائے اردو میں ڈھالنے کا حکم بھی دیں گے۔ ہم بجا طور پر مرکز اور دیگر صوبوں سے امید رکھتے ہیں کہ پنجاب کی طرح وہ بھی رومن کے بجائے اردو رسم الخط کی پابندی کا قانون نافذ کریں گے اور نظام ریاست کو غیر ملکی زبان کے بجائے قومی زبان میں چلانے کا فوری فیصلہ کریں گے۔

عطاالرحمٰن

(عطاء الرحمن چوہانؒ)

صدر / مدیر اعلیٰ

نومبر 2022

قائداعظم اور قومی زبان

ماہ دسمبر میں ماہنامہ نفاذاردو کی اشاعت قائداعظمؒ اور قومی زبان کے موضوع پر شائع ہوگا۔آپ اس عنوان سے اپنا مضمون 20نومبر تک ارسال کردیں

Email. tnupak@gmail.com

Whats app: 03495059760

آپ بھی لکھیئے

ماہنامہ نفاذاردو کے صفحات آپ کے لیے حاضر ہیں۔اپنی نگارشات ہر ماہ کی 20تاریخ تک ارسال فرمائیں۔ہمارے موضوعات درج ذیل ہیں:

1۔ قومی زبان کے نفاذ کی اہمیت وضرورت

2۔انگریزی زبان کے تسلط کے نقصانات

3۔یکساں اور قومی زبان میں نصاب تعلیم کی ضرورت واہمیت

4۔ایک قوم،ایک زبان

Whats app: 03495059760-- Email. tnupak@gmail.com

تحریک نفاذ اردو پاکستان

قیام جنوری 2016، اسلام آباد میں عطاء الرحمن چوہان نے قائم کی گئی۔ اس کے تاسیسی اراکین میں محمد اسلم الوری، محمد اسلام نشتر، سید مطاہر علی زیدی، سید اویس بن لطیف اور سید مسعود کاظمی شامل تھے۔

اغراض و مقاصد

- بانی پاکستان قائد اعظمؒ کے فرمان، دستور پاکستان کے تقاضوں اور عدالت عظمیٰ کے فیصلے کے مطابق عدلیہ، مقننہ، انتظامیہ اور افواج پاکستان سمیت تمام سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری اداروں اور ہر شعبہ زندگی میں قومی زبان اردو کا نفاذ اور غیر ملکی زبان (انگریزی) کے ناجائز تسلط سے مکمل آزادی حاصل کرنا۔
- قومی اور علاقائی زبانوں کے کی ترویج و اشاعت کے لیے اقدامات کرنا۔
- قومی زبان میں دفتری، تعلیمی و تدریسی فرائض انجام دینے کی استعداد میں اضافے کے لیے تربیت کا اہتمام کرنا۔

لائحہ عمل

مندرجہ بالا اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے تحریک نفاذ اردو پاکستان درج ذیل سرگرمیوں کا انعقاد کرے گی:

- ذرائع ابلاغ کے موثر استعمال کے ذریعے قومی زبان کی اہمیت کو اجاگر کرنا اور غیر ملکی زبان کے غاصبانہ قبضے سے نجات کے لیے رائے عامہ کو منظم کرنا۔
- سیمیناروں، مذاکروں، مباحثوں، کانفرنسوں، دستخطی مہمات اور چہل قدمی (واک) کے ذریعے نفاذ اردو کی اہمیت کو اجاگر کرنا۔
- وفاقی اور صوبائی حکومتوں اور سرکاری، نیم سرکاری اور نجی اداروں کو نفاذ اردو کے لیے متوجہ کرنا۔
- غیر ملکی زبان کے تسلط کے خاتمے اور قومی زبان کے نفاذ کے لیے دستوری، اخلاقی اور قانونی بنیادوں پر عملی جدوجہد کرنا۔
- قومی زبان کے ساتھ ساتھ علاقائی زبانوں کی ترویج و اشاعت کے لیے اقدامات کرنا

آپ بھی تحریک کا حصہ بن کر نفاذ قومی زبان کا قرض ادا کرسکتے ہیں۔

علامہ محمد اقبالؒ اور قومی زبان۔۔۔۔۔ڈاکٹر ساجد خاکوانی

ادب کسی بھی زبان کی معراج ہوتا ہے اور وہ زبان اپنے ادب پر فخور ہوتی ہے کیونکہ عالمی و تاریخی حوالوں میں ادب ہی کسی زبان کی پہچان بنتا ہے۔زبان کو قیمتی ادب فراہم ہوتا رہے تو وہ زبان زندہ رہتی اور ارتقاء بھی اس کا مقدر رہتا ہے اور آنے والی نسلیں اس زبان سے سیراب ہوتی رہتی ہیں جب کہ اگر معاملہ مختلف ہو تو نتائج بھی الٹ جاتے ہیں۔جن زبانوں کا ادب تخلیق ہونا بند ہو جائے،اہل زبان کسی اور قوم کی سماجی غلامی اختیار کرلیں،زبان کے حروف ابجد اپنے ہی گھر میں اجنبی ہو جائیں اور اہل زبان اپنی زبان بولتے ہوئے احساس کمتری کا شکار ہوں اور بدیسی زبان بول کر اپنے آپ کو مہذب، تعلیم یافتہ و ترقی یافتہ خیال کریں،ان کی تعلیم،تدریس، معاملات اور جملہ دستاویزات غیروں کی زبان میں قلم بند ہوتی رہیں تو ایسی زبانیں ماضی کے صحیفوں میں دفن ہو کر اپنا آپ گم کر بیٹھتی ہیں اور ایسی قوموں کو بھی قرطاس ارضی سے یہ آسمان حرف غلط کی طرح مٹا دیتا ہے۔پس یہ قوموں کی ذمہ داری ہے اور ان کی قیادت کا فریضہ ہے اور خاص طور لسانی و ادبی قیادت اس باب میں بدرجہ اولی جوابدہ ہیں کہ انہوں نے اپنے اس حسین قرض کو کس حد تک خوش اسلوبی اور بیدار مغزی سے ادا کیا ہے۔چنانچہ گزشتہ نسلوں کے اس سرمایائے افتخار کا اضافے کی ساتھ اگلی نسلوں تک انتقال ہماری اولین ذمہ داری ہے،اگرچہ اس کی راہ میں از حد رکاوٹیں ہی کیوں نہ حائل ہوں۔

علامہ محمد اقبالؒ اردو ادب کا اقبال لازوال ہیں۔شاعر،ادیب،افسانہ نویس، ناول نگار اور دیگر اصناف سخن کے پیداگیر دراصل زبان کے خوشہ چین ہوتے ہیں اور لغت سے بہترین،موزوں اور برموقع الفاظ چن کران کی مناکحت سے تراکیب جدیدہ، محاورات،القابات اور سابقے و لاحقے تخلیق کرتے ہیں جو قاری کی نظروں میں کھب جاتی ہیں یا سامع کی توجہ کو مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں یا پھر حاضرین و حاضرات کے ذہن و خیال میں حلول کرکے ان کے افکار و کردار و عملی حیات کا عنوان بن جاتے ہیں۔جب کہ اقبال کے ہاں معاملہ مطلّقاَ ً متضاد ہے،یہاں زبان بڑے ادب و احترام سے ہاتھ باندھے اس شاعر حق نوا کے سامنے کھڑی ہے اور اقبالیات کی عطا کردہ اصطلاحات والفاظیات کو اپنی لغت میں جگہ دیے چلی جارہی ہے۔اقبالؒ اردو کا محسن ہے، عربی فارسی، ہندی اور دیگر مقامی و عالمی زبانوں کا ایک مرقع اس کے ہاں سے اردو زبان میں منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔کم و بیش ایک صدی گزرنے کو ہے لیکن فیض اقبالؒ اب بھی جاری وساری ہے اور کسی دم رکنے کا نام نہیں لیتا۔ممکن ہے اہل زبان اردو معلّی و معری کو اپنے رویے سے پیچھے کو دھکیل رہے ہوں لیکن مشرق و مغرب میں اقبالؒ کا پیغام اردو زبان کی پہچان بن کر فروغ اردو کا باعث بن رہا ہے۔کتنی ہی زبانوں میں ترجمہ ہونے والا اقبالؒ اپنی اصطلاحات و تراکیب میں اردو زبان کا سفیر بن ایوان لسانیات عالم میں ہماری قومی زبان کی نمائندگی کرکے ہماری نالائیقیوں کو آئینہ معکوس دکھاتا چلا جارہا ہے۔

اقبالیات کی تفہیم اردو کے بغیر ممکن نہیں ہے چنانچہ اردو کو جائز مقام دینا نہ صرف یہ اقبالیات کا تقاضا ہے بلکہ ہمارے قومی شاعر اور مفکر پاکستان ہونے کے ناطے یہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم نسل کی اتنی تربیت کردیں کہ وہ فکر اقبال کو ہضم کرسکے۔اقبالیات

صرف لب و رخساراور میناوجام اور فسانہ زلف گرہ گیر نہیں ہے، یہ کلام شعوروآگہی اور مقصد حیات کی فراہمی کا بہت بڑاذریعہ ہے۔اقبال نے خود یہ دعوی کیاہے کہ اس کا پیغام قرآن مجید سے مستعار ہے۔علامہ محمد اقبال نے دنیاجہاں کے علوم حاصل کیے،اس زمانے کے بڑے بڑے مضامین میں اوج کمال حاصل کیااور وقت کی اعلی ترین تعلیمی سند کے مستحق ٹھہرے لیکن یہ انہوں نے اپنی فکر کی ترسیل کے لیے صرف کلام الہی قرآن مجید کادامن تھامااور باقی تمام علوم و معارف کو خیرآباد کہ کر قرآن مجید کی فکر کو عام کرنے کا بیڑااٹھایااور ملت اسلامیہ میں حصول آزادی کی تڑپ پیدا کردی۔ گویا تفہیم اقبال سے تفہیم قرآن مجید کے دریچے کھلتے چلے جائیں گے اور یوں اقبال کا قاری جہاں اس دنیامیں اپنے مقصد مبعوث سے آگہی حاصل کرے گاوہاں اسے کلام الہی کے باعث معرفت ربانی بھی حاصل ہوگی اور یہ تو کم سے کم صلہ اقبالیات ہوگا پھر اردوزبان کے توصل و توسط سے جب قاری اقبال میں ڈوبتاچلاجائے گاتودوسری طرف وہ آسمان خودی وخودآگہی میں طلوع ہوتاہوامعراج انسانیت کی بلندیوں کی طرف محوپرواز ہوگااور ایک ایسے سفر میں روانہ ہوگاجس میں منزل کبھی بھی نہیں ملتی اور انسان اپنے خالق سے جاملتاہے۔

اقبالیات کی تصویرکادوسراتابناک رخ عشق رسول ﷺ ہے۔اقبال کاعشق شاید باقی عشاق رسول ﷺ سے نسبتاً مختلف ہے،اقبال کادرس عشق رسول ﷺ امتی کے سینے میں ولولہ،تڑپ اور بیداری کی لہردوڑادیتاہے اور امتی کو مجبور کردیتاہے کہ صرف دامان مصطفی ﷺ کو ہی تھام لے اور آگے سے آگے بڑھتاچلاجائے۔اقبال نے "نعت" نام کے کوئی اشعار یا نظم نہیں کہی لیکن کمال فن ہے کہ اقبال کا قلم پوراکاپوراعشق رسول ﷺ میں ڈوباہواہے۔اگر ہم اپنی نسلوں میں دین اوراس دین کی اولین بنیاد "عشق رسول ﷺ" زندہ رکھناچاہتے ہیں تواس کااہم ترین ذریعہ اردوزبان میں اس قدر مہارت اوراردوزبان کاکم از کم اتنا ادراک ہے کہ کلام اقبال کے ذریعے عشق رسول ﷺ ہمارے اور ہماری نسلوں کے حلق سے نیچے اتر سکے۔ حقیقت یہی ہے کہ تکمیل ایمان صرف اور صرف تب ہی ممکن ہے جب آپ ﷺ ماں باپ اولاداورسب انسانوں سے زیادہ عزیزاور محبوب ہوجائیں۔کلام اقبال کے ذریعے ہم تب ہی پختہ مسلمان ہوسکتے ہیں جب اقبال کو سمجھ سکیں اور یہ صرف اردوزبان کے ذریعے ممکن ہوسکتاہے۔اقبال ہمارے سینے میں حب رسول ﷺ پیدا کرے گا،احادیث و سنن کی کتب ہمیں اسوۂ رسول ﷺ پر چلنے کا موادفراہم کریں گی اور قرآن مجید کے ذریعے ہم کل انسانیت کواس گرداب اذیت سے نکال سکیں گے،ان شااللہ تعالی۔

اقبال کی تعلیمات ہمارا قومی و ملی اثاثہ ہیں،انہیں زبان کانشانہ بناکر چاہ گم گشتہ کی نذر کردینا کسی طور مناسب نہ ہوگا۔اس وقت جس طبقہ نے اپنے ہاتھ میں وقت کی باگیں تھام رکھی ہیں وہ بجاطورپر ماضی اور حال کے درمیان ایک رابطہ کار کا کردارادا کر رہاہے،اس طبقے نے ماضی کی شاندارروایات اور مقامی تہذیب وتمدن کااپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیاہے، پاکستان بنانے والی نسل کواپنی آنکھوں سے دیکھاہے، قیام پاکستان کے حالات سے گزرنے والوں کی قربانیوں کوانہیں کی زبان سے سناہے اور مقاصد پاکستان سے آگاہی براہ راست حاصل کی ہے۔اوریہی وہ ذمہ دار طبقہ ہے جس نے اپنے ہاتھوں سے اپنی نسل کو بدیسی زبان اور بدیسی تہذیب میں دھکیل کراسے اپنے آپ سے بیگانہ کیاہے۔ہم تیزی سے اس گڑھے کی طرف بڑھ رہے ہیں جہاں ہمارااور ہماری آمدہ نسل کا تعلق صرف نطفے تک رہ جائے گااور ہماری نسل مکمل طورپر بدیسی تہذیب وتمدن،بدیسی رواجات،بدیسی زبان،بدیسی تفکرات و خیالات وعقائد

اور بدیسی مشاہیر کو اپنی زندگی گزارنے کی مثال سمجھنے لگیں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہماری نسلیں مکہ مدینہ کی بجائے لندن اور پیرس کی طرف دیکھیں، ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ ہماری نسلوں میں خلفائے راشدین اور اہل بیت کی بجائے رومن ایمپائرز اور مستشرقین کی پیروی کا شوق ہویدا ہونے لگے اور ہم یہ بھی کبھی نہیں چاہیں گے کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کو چھوڑ کر ہمارے بچے کرسمس اور یہیی نیو ائر کے خوشیوں کو اپنالیں، لیکن ان سب کے لیے صرف چاہنا کافی نہیں ہے۔ اس گڑھے کی طرف جانے والا راستہ جہاں بدیسی زبان دانی سے ہو کر گزرتا ہے وہاں اس گڑھے سے بچنے والا راستہ بھی صرف قومی زبان کی شناسائی سے ہی ہو کر گزرتا ہے۔ گلی گلی کھلنے والے انگریزی میڈیم سکولوں نے ہمیں من حیث القوم اس انجام تک لا پہنچایا ہے۔ اب ضروری ہے سی ایس ایس، پی سی ایس اور آئی ایس ایس بی میں اردو زبان میں امتحانات ہوں تاکہ قوم کا قبلہ درست ہو سکے اور ہم جس گڑھے کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں اس سے اپنے آپ کو اور اپنے ملک و قوم اور اپنی نسل بچا سکیں۔

سید ظہیر گیلانی

نیر سرحدی

نمیر حسن مدنی،

سید مشتاق بخاری (صدر پشاور)

پروفیسر صغیر عاصی صدر میرپور

محترمہ افشیں شہریار صدر وسطی پنجاب

محترمہ روزینہ بٹ، معتمد لاہور

سجاد حیدر (لاہور)

آئمہ درانی، صدر جہلم

افشاں کیانی، نائب ناظم اطلاعات

شبانہ عباسی اسلام آباد

صفا خالد صدر فیصل آباد

اک نئی صبح ہونے کو ہے

فریال اوز گل (گجرات)

رات کا گرم لہو اور بھی بہہ جانے دو
یہی تاریکی تو ہے غازہ رخسارِ سحر
صبح ہونے ہی کو ہے اے دلِ بیتاب ٹھہر
(فیض احمد فیض)

ظلمت کی شب کتنی ہی تاریک کیوں نہ ہو لیکن سویرا ہمیشہ روشن اور رونق افروز ہوتا ہے۔ وہ وقت دور نہیں جب وطنِ عزیز پاکستان میں اک نئی صبح سے اُجالا ہوگا اور یہ جو ظلم کا بازار گرما گرم ہے ہر طرف جہالت کا اور اندھی تقلید کا سماں ہے بہت جلد یہ مٹ جائے گا۔ ذرا میرے ہم وطنوں کا لہو گرم تو ہو لینے دو پھر دیکھنا کیسے یہ ہر طوفان سے ٹکرا جائیں گے۔ اے دلِ بیتاب تو ذرا ٹھہر تو سہی عنقریب اک روشن صبح تمہاری منتظر ہے۔ یہ جو حوا کی بیٹیوں کی عصمتیں لٹ رہی ہیں، ہر جانب ہوس کا عالم برپا ہے، ظلم کا بول بالا ہے، انسانیت کا پرچار کرنے والے ہی بھٹک چکے ہیں۔ رشوت اور یہ بدکاری جو سرِ عام ہے سب ختم ہو جائے گا ذرا کسی عمر بن خطاب جیسے رہنما کو پیدا تو ہو لینے دو۔ بہت جلد ہم اپنے قومی تشخص کی جانب لوٹ آئے گے ذرا اس قوم کو بیدار تو ہو لینے دو۔

اپنے دیوانوں کو دیوانہ تو بن لینے دو　　　اپنے میخانوں کو میخانہ تو بن لینے دو
(فیض احمد فیض)

ہم بہت جلد اپنی قومی زبان، لباس، روایات اور تشخص کی جانب لوٹ آئیں گے ذرا ہمیں اک پرچم تلے متحد تو ہو لینے دو۔ کیسے لمحوں میں اپنا ملی تشخص چھین لیں؟ ابھی تو ذہنی غلامی کی کڑیوں سے آزاد ہونا باقی ہے، ابھی تو لغزشِ پا میں پابندی آداب ہیں، ابھی تو اک پرچم تلے متحد ہونے کے لیے خود شناسی کی اشد ضرورت ہے۔ وقت لگے گا لیکن ہم بٹے ہوئے گروہوں کو تشکیل دے کہ بہت جلد ایک آزاد قوم بن کر ابھریں گے۔

چل رہی ہے کچھ اس انداز سے نبضِ ہستی　　　دونوں عالم کا نشہ ٹوٹ رہا ہو جیسے (فیض احمد فیض)

میری قوم نسل در نسل بیداری کی راہوں پر گامزن ہے۔ مجھے یقین ہے کہ بہت جلد یہ متوالے خواب سے بیدار ہو کہ حقیقت کا سامنا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اک آزاد اور خود مختار قوم کی تشکیل ممکن ہو جائے گی۔ وہ وقت دور نہیں جب ہم ذہنی غلامی سے نجات حاصل کر کہ حقیقی آزادی کی راہوں پہ گامزن ہو جائیں گے۔

جلد یہ سطوت اسباب بھی اٹھ جائے گی　　　یہ گرانباری آداب بھی اُٹھ جائے گی
خواہ زنجیر چھنکتی ہی چھنکتی ہی رہے
(فیض احمد فیض)

اُردو ذریعہ تعلیم کیوں؟

ڈاکٹر محمد اظہار الحق، سیکریٹری جنرل، تنظیمِ اساتذہ پاکستان

کسی قوم کی تعلیمی اور عملی ترقی کا دارومدار اسکی قومی تدریسی زبان پر ہوتا ہے، کہ جب تدریسی زبان فطری اور قابل فہم ہو گی تو طالبعلم نہ صرف مضمون کو سمجھ سکے گا بلکہ اس حوالے سے وہ اپنے خیالات و تصورات کو بہتر انداز میں پیش کر سکے گا۔ اگر زبان قابل فہم نہ ہو تو کوئی اصول اور نظریہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، طالبعلم اس کی گہرائی میں نہیں اتر سکے گا، اور اس سے فائیدہ نہیں اٹھا سکے گا۔

قرآن اور ذریعہ تدریس

جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو قرآن یہ بتاتا ہے کہ قوموں کے اندر سوچ اور فکر کی تبدیلی کے لئے ضروری ہے کہ امامانِ انقلاب، انبیاء کو باہر سے درآمد کرنے کی بجائے اسی قوم ہی میں انہیں پیدا کیا جائے، جو قوم ہی کی زبان میں انقلابی پیغام لوگوں تک پہنچائیں اور ان کی زبان میں انہیں سمجھائیں۔ اور چونکہ اسلام دینِ فطرت ہے، اور تعلیم کے لئے فطری طریقہ تدریس اختیار کرتا ہے۔ یہی فطری طریقہ خداوندِ کریم کا بھی طریقہ ہے، اور فرماتا ہے کہ : ومارسلنا من رسولِ الا بلسان قومہ لیبیّن لھم۔ (ابراھیم)

کہ ہم جب بھی کوئی رسول بھیجتے ہیں تو اسی قوم ہی کی زبان میں بھیجتے ہیں تاکہ وہ وضاحت کیساتھ خدا کا پیغام ان تک پہنچائے۔

اگر غیر ملکی زبان میں انہیں اچھی بات بھی سنائی جائے تو ایک بہت بڑی اکثریت اسے سمجھنے سے قاصر ہو گی۔ اور یہ بات ریت پر تحریر لکھنے، یا ریت پر گھی ڈالنے کے مترادف ہو گی۔

ولو انزلناہ قرأناًاعجمیالقالو الو لافصلت أیاتہءاعجمی وعربی۔

اگر ہم قرآن کو عجمی زبان میں نازل کرتے تو لوگ کہتے کہ اس کی آیات (باتیں) واضح کیوں نہیں؟ ایک عرب ہوتے ہوئے عجمی زبان بول رہا ہے۔

اور بات وہی ہو جاتی ہے کہ۔ ؎ زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے مزاج، ان کے کلچر اور فہم کو سامنے رکھتے ہوئے انہی کی زبان میں قرآن کا پیغام دیا، جو پورے جزیرۃالعرب کے لئے قابل قبول بھی تھی اور معیاری بھی۔

آئین اور قومی زبان

چنانچہ جب مملکت پاکستان کی آئینی بنیادیں ڈالی جارہی تھیں، تو قومی اور تعلیمی ضروریات کے حصول کے لئے اسی قرآنی اصول کو پیشِ نظر رکھا گیا، اور قومی وحدت اور تعلیمی ترقی کے لئے اردو کو قومی اور تعلیمی زبان قرار دیا گیا۔ آئین کا جائزہ لیا جائے تو اس کی مختلف دفعات قومی زبان کی اہمیت کی بات کرتی ہیں اور اسکے نفاذ کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ آئین کی دفعہ نمبر 251 کے مطابق :

(1) پاکستان کی قومی زبان اردو ہے اور یومِ آغاز سے پندرہ سال کے اندر اس کو سرکاری اور دیگر مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے انتظامات کیے جائینگے۔

(شق 1) قومی زبان کی حیثیت کو متاثر کیے بغیر، صوبائی اسمبلی، قومی زبان کے علاوہ کسی صوبائی زبان کی تعلیم، ترقی اور اس کے استعمال کے لئے اقدامات تجویز کر سکے گی"۔

دفعہ نمبر 28 کے مطابق " دفعہ 251 کے تابع شہریوں کے کسی طبقہ کو، جس کی ایک زبان، رسم الخط یا ثقافت ہو، اسے برقرار رکھنے ، فروغ دینے اور قانون کے تابع اس غرض کے لئے ادارے قائم کرنے کا حق ہوگا"۔

دستور کی دفعہ نمبر 6 میں آئین کی تنسیخ، معطّلی یا التواء کرنیوالے کو سنگین غداری کے جرم کا مرتکب ٹھہرایا گیا ہے۔

15-17 اکتوبر 1937ء کو مسلم لیگ کانفرنس لکھنوء میں قائداعظم کے چودہ نکات میں بارہواں نکتہ زبان سے متعلق تھا جس میں کہا گیا کہ : " مسلمانوں کی ثقافت اور تعلیم، زبان، مذہب، مسلم قانون اور خیراتی اداروں کی ترقی اور حفاظت کے لئے تحفظات کا اہتمام کیا جائے گا"۔

بابائے اردو مولوی عبدالحق، جو اردو کے حوالے سے نکتہ شامل کرنے والوں میں سے تھے، نے وضاحت کی کہ زبان کے تحفظات سے مراد اُردو زبان اور اس کا رسمُ الخط تھا۔ اردو کے قومی زبان ہونے کا مطالبہ ان لوگوں نے کیا جن کی مادری زبان اُردو نہیں تھی۔ ان میں جان گِل کرائسٹ، محمد علی جناح اور فضل الرحمٰن تھے، جنکی مادری زبانیں انگریزی، گجراتی اور بنگالی تھیں، مگر وہ اردو کی اہمیت جانتے تھے کہ اسی زبان کے ذریعے ہم اپنی تہذیب وثقافت اور مذہب کا تحفظ کر سکتے ہیں اور اسی کے ذریعے تعلیم دے کر قوم کو حقیقی معنوں میں خواندہ بنا سکتے ہیں۔

علاقائی زبانیں

علاقائی زبانیں ایک حقیقت ہیں، ان سے انکار ممکن نہیں۔ مگر انہیں ذریعہ تدریس بنانے کے لئے ان کے اندر تدریسی صلاحیت کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر دس میل پر زبان تبدیلی کے عمل سے گزرتی ہے، اور سوڈیڑھ سو میل پر زبانوں کے اندر کافی تبدیلی آجاتی ہے اور ذخیرہ الفاظ میں تبدیلی کیساتھ الفاظ ناقابلِ فہم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً صوبہ خیبر پختونخوامیں تقریباً نصف آبادی ہندکو/سرائیکی بولتی ہے، اور باقی آبادی پشتو/چترالی/ارمڑ/کشمیری وغیرہ میں تقسیم ہیں۔ اور پھر شمال اور جنوب کی پشتو آپس میں ایک دوسرے سے مختلف، اور ذخیرہ الفاظ، محاورات اور اندازِ تلفظ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اگر علاقائی زبانوں کے اس حق کو تسلیم کیا جائے، تو ایک ہی صوبے میں لوگوں کے اندر اختلافات کی صدائیں گونجنے لگیں گی۔ ہر صوبہ اس طرح کی کئی مختلف علاقائی زبانوں میں تقسیم ہے۔ اور اس طرح ہر صوبے کی وحدت کو سنگین خطرات لاحق ہو جائینگے، اور زبان کی بنیاد پر اختلافات، حقوق اور تقسیم کی آوازیں اٹھنے لگیں گی۔ تو ایسی صورت حال میں وحدت کو قائم رکھنے کے لئے ایک ہی قومی زبان ہو سکتی ہے جو قوم کو ان خطرات سے بچاتی ہے، اور اسے متحد اور مضبوط رکھتی ہے، اور یہ ہر قومیت کو دوسرے کے حقوق کی پشتیبان بناتی ہے، اور باہمی اخوت کے جذبات کو تقویت اور فروغ دیتی ہے۔

مگر اس وقت قومی زبان کی بجائے ایک طرف غیر ملکی زبان کو رواج دیا جارہا ہے، جبکہ دوسری طرف علاقائی زبانوں کو بھی ذریعہ تدریس بنائے جانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اس طرز عمل سے ایک طرف قومی زبان کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور دوسری طرف ملک کے اندر علاقائی زبانوں کو رواج دینے کے ذریعے قوم کو لسانی بنیادوں پر تقسیم کرنے کی سازش کی جارہی ہے۔ قوم کی تعلیم اور اس کا اتحاد اگر مطلوب ہے تو اسے صرف اور صرف ایک قومی زبان پر ہی متحد کیا جاسکتا ہے۔

1871ء میں جرمنی کی فوج نے فرانس کے سرحدی صوبوں پر قبضہ کیا تو وہاں کے ایک استاد (مسٹر ہیبل) نے طلبہ اور معززین شہر کو اکٹھا کرکے کہا کہ:

"فرانسیسی دنیا کی مضبوط ترین اور واضح ترین اور حسین ترین زبان ہے۔ یہ ہمارے قومی ورثے کی واحد محافظ ہے۔ جب ایک قوم غلام بن جاتی ہے تو جب تک وہ اپنی زبان کو محفوظ رکھے، اس کے پاس وہ چابی رہتی ہے جس سے وہ اپنے قید خانے کا دروازہ کھول سکتی ہے"۔ (فرانسیسی مصنف الفوز ڈیویڈ) . جاپان نے شکست کے بعد اپنی زبان اور تعلیمی نظام کو برقرار رکھا اور چالیس سال کے اندر عالمی قوت بن گیا۔ چین نے اپنی قومی زبان میں تعلیم حاصل کرکے خود کو عالمی طاقت کے طور پر منوالیا۔

انگریزی کی ضرورت؟

کسی ملک میں ایک بین الاقوامی زبان پڑھانا ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ضرورت کس لئے؟ اس لئے کہ دیگر ممالک کیساتھ سفارتی و تجارتی روابط کی ضرورت پڑتی ہے۔ دنیا میں ہر جگہ ہر ملک کی یہ ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن کیا دیگر ممالک میں تمام بچوں کو غیر ملکی زبان میں تعلیم دی جاتی ہے؟ نہیں۔ وہاں تو ضرورت کے تحت، اعلیٰ سطح پر، کالجز اور یونیورسٹیوں میں لوگوں کو تیار کیا جاتا ہے۔ اور جن سے جہاں بین الاقوامی ضروریات کے لئے کام لینا ہوتا ہے انہیں وہی زبان پڑھائی جاتی ہے اور اس میں مہارت پیدا کی جاتی ہے۔

جہاں تک عمومی تعلیم کا تعلق ہے، تو یہ ہر جگہ ہر آزاد ملک میں، اپنی قومی زبان میں دی جاتی ہے۔ چین میں چائنیز زبان میں، جرمنی میں جرمن زبان میں، امریکہ اور برطانیہ میں انگریزی میں، بنگلہ دیش میں بنگالی، سری لنکا میں وہاں کی قومی زبان میں تعلیم دی جارہی ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے پڑوس افغانستان میں پشتو اور فارسی زبان میں تعلیم دی جاتی ہے۔ اور قومی ضرورت کے تحت ان کے پاس ماہرین کی بھی کوئی کمی نہیں پائی جاتی۔ تو پھر ہمارے ہاں دنیا سے مختلف معیار اور دنیا سے مختلف انداز کیوں پایا جاتا ہے؟ ہمارے اندر وہ قومی خودداری اور قومی جذبات کیوں نہیں پائے جاتے؟ ہمیں کیوں غیروں کی لسانی بالادستی کو تسلیم کرنے اور پوری قوم کو ان کا ذہنی غلام بنانے پر مجبور کیا جارہا ہے؟ ہم نے بھی آگے بڑھنے کے لئے، دیگر ممالک کی طرح، اپنی قومی زبان کو تعلیم اور سرکاری امور کی انجام دہی کے لئے اختیار کرنا ہوگا۔

اُردو زبان انڈیا میں: اُردو ہماری قومی زبان ہے، مگر ہمارے لیے یہ ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ہم سے زیادہ اس پر کام بھارت میں ہو رہا ہے۔ اس حوالے سے اُن کے ہاں کئی ادارے اُردو کی ترویج کے لئے عملی کام کر رہے ہیں۔ ان میں " قومی کونسل برائے

فروغ اُردو" اور "ادارہ برائے ترقی انسانی وسائل" شامل ہیں۔ اور مختلف انسائیکلوپیڈیاز کیساتھ ساتھ مختلف مضامین کی اصطلاحات کی ڈکشنریاں تیار کی ہیں۔ اور نصاب کو اُردو زبان میں منتقل کیا گیا ہے۔
بھارت کے مشہور شاعر وسیم بریلوی تو اُردو کی محبت میں اتنے آگے ہیں کہ کہتے ہیں کہ :
تمہاری نفرتوں کو پیار کی خوشبو بنا دیتا میرے بس میں اگر ہوتا تجھے اُردو سکھا دیتا۔
ایک اور شاعرہ شبینہ ادیب تو اُردو کے انقلابی کردار کے بارے میں کہتی ہیں :

نہ مِٹی تھی، نہ مِٹی ہے، نہ مِٹے گی اُردو چاہنے والوں کے ہونٹوں پہ رہے گی اُردو
یہ وہ زبان ہے جو محلوں میں رہی آن کیساتھ اور مزدور کے گھر میں بھی رہی شان کے ساتھ
عشق کی راہ میں اس نے کئی راہی بھی دیئے سرحدوں کے لئے جانباز سپاہی بھی دیئے
جذبہء جنگ کو سینوں میں جگایا اس نے اپنے بھارت کو غلامی سے چھڑایا اس نے

قومی زبان ایک شناخت

کسی بھی قوم کا فرد آپ دیکھیں، وہ جو زبان بولتا ہے اسی سے اسکی شناخت ہوتی ہے۔ ہم کسی کی گفتگو سنیں تو اس کی زبان اور گفتگو سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ کون ہے۔ اس طرح زبان کے ساتھ اس قوم کی تہذیب و ثقافت بھی منسلک ہوتی ہیں۔ قومی زبان اعتماد کا مظہر ہوتی ہے۔ یہ بچوں کو اعتماد سے نوازتی ہے۔ اعتماد طالبعلم کے اندر تب پیدا ہوتا ہے جب وہ اپنی بات اور اپنا مافی الضمیر کھل کر بیان کرسکے، اور بولتے ہوئے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرے۔ مگر اس وقت ہمارے نونہالوں سے اعتماد کو چھین لیا گیا ہے۔ وہ نہ تو اپنی بات ملکی زبان میں سمجھا سکتے ہیں اور نہ ہی غیر ملکی زبان پر انہیں عبور حاصل ہوتا ہے۔
یہی وہ احساسِ کم تری ہے جو امتحانات میں ہمارے سامنے آتا ہے کہ طلبہ کی اکثریت انگریزی زبان میں فیل ہوتی ہے۔ فیل ہونے کیوجہ الفاظ و محاورات کو نہ سمجھنا ہوتا ہے۔ تمام کام رٹہ بازی کے زور پر چلتا ہے۔ اور رٹہ بازی میں تھوڑا سا بھی فرق پڑے، ایک لفظ بھول جائے تو پورے جملے اور مضمون کی ساخت اور مفہوم بدل جاتا ہے۔
اساتذہ کی تربیت کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ جو تربیت حاصل کرتے ہیں لازم ہے کہ وہ ان تمام طریقوں کو آسان زبان میں سمجھ جائیں اور پھر اسے نہایت آسان زبان میں بچوں کیطرف منتقل کریں، اور بچے بھی اساتذہ کی تدریس کو سمجھ سکیں۔ مگر اساتذہ کے لئے تربیت کا یہ نظام جامعات میں اب اردو کی بجائے انگریزی میں لازم کر دیا گیا ہے۔ اب وہ بھی امتحانات کے لئے رٹہ لگائیں گے، انگلش کے الفاظ میں الجھ جائیں گے، اور یوں حقیقی مقصد، حصولِ تربیت، ثانوی حیثیت اختیار کر جائیگی۔ اور علم کی منزل دور سے دور تر ہو جائیگی۔ آخر تعلیم و تربیت کا انگریزی زبان کے ساتھ تعلق کیا ہے؟
اس وقت ہم بچوں کو جو تعلیم دے رہے ہیں اس کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ ہم اُنہیں زبانیں سکھا رہے ہیں اور وہ بھی طوطے کی طرح رٹا رہے ہیں، تعلیم نہیں رے رہے، تو بے جا نہیں ہوگا۔ اس وقت زبانوں کی تدریس کی عملی صورتحال یہ ہے کہ ہم قومی

زبان بھی پڑھا رہے ہیں، ہم انہیں علاقائی زبان بھی پڑھا رہے ہیں، ہم انہیں عربی بھی پڑھاتے ہیں اور سب سے بڑھ کے انہیں انگریزی بھی پڑھا رہے ہیں۔ ہر زبان دوسری سے مختلف ہے، اور پڑھانے والے اساتذہ بھی غیر تربیت یافتہ، کہ نہ انہیں زبان کا علم اور نہ تدریسِ زبان کا علم۔ آخر اس طرز تعلیم سے انہیں کیا تعلیم دے رہے ہیں اور انہیں کیا سکھا رہے ہیں؟ اور جو کچھ سکھا رہے ہیں وہ مشکل الفاظ کے ہجوں اور رٹے کی نظر ہو جاتا ہے اور بچے سے سبق کا مفہوم پوچھیں تو سبق کا مقصد نہیں بتا سکتے۔

اب تو حکمرانوں نے اس سے بڑھ کر بڑا ظلم یہ کر دیا ہے کہ نئے سال/سیشن سے پرائمری کی سطح سے تعلیم کو انگریزی میں کر دیا ہے۔ اس فیصلے نے استاد کو بھی پریشانی ڈالا ہے، اور والدین کو بھی۔ لیکن سب سے بڑھ کر ظلم اس بچے کیساتھ ہو رہا ہے، جس کے ناتوان جسم پر پہلے سے کتابوں کا بوجھ تو ڈالا گیا تھا ہی۔ اب اس کے ذہن پر انگریزی کا بوجھ اپنی پوری قوت کیساتھ ڈال دینے کا عاقبت نااندیش فیصلہ کیا گیا ہے۔ ہمارے حکمران اور سیاستدان، اور ذمہ داران تعلیم، بغیر سوچے سمجھے، لاہور میں بیٹھے مائیکل باربر اور ریمنڈ وغیرہ کے فیصلوں پر آنکھیں بند کر کے، عقل سے عاری ان فیصلوں عمل درآمد کرانے کے لئے آلہ کار بنتے ہیں، اور اس طرح نوجوان نسل کو بھی عقل و شعور سے عاری کرنے کے درپے ہیں۔

تعلیم اور مفت کتابیں

عقل سے عاری ان فیصلوں پر عمل کرانے کے لئے، ایک طرف اگر نصابات کو انگریزی میں کر دیا گیا ہے، کہ اسے نہ تو استاد پڑھا سکتا ہے اور نہ والدین۔ تو دوسری طرف مفت کتابوں کے نام پر قوم کو دھوکے میں رکھا جا رہا ہے۔ اور بچوں اور اساتذہ کے قیمتی وقت کو ضائع کیا جاتا ہے۔ کتابیں چھ چھ مہینے تک طالبعلموں تک پہنچ نہیں پاتیں۔ اگر کسی کو ملتی ہیں تو وہ بااثر پرائیویٹ اداروں کو۔ جبکہ گورنمنٹ سکولوں کے بچے اکثر کتابوں سے محروم ہوتے ہیں۔ کتاب ہی نہ ہو، تو طالبعلم کیا پڑھے گا اور اگر کتاب ہوئی بھی، تو سمجھ سے بالاتر۔ یہ بھی درحقیقت طلبہ کو زبردستی پرائیویٹ تعلیمی اداروں کیطرف جانے کے لئے مجبور کرنے کا طریقہ ہے، کہ پرائیویٹ سکولوں میں آپ کو مفت کتابیں مل سکتی ہیں، اور گورنمنٹ سکولوں میں داخلہ لینے کی صورت میں تمہیں کتابوں سے محروم رہنا پڑے گا۔ مخصوص پرائیویٹ اداروں کے کلرکوں کو سیشن کے آغاز سے پہلے کتابیں مل جاتی ہیں، جبکہ گورنمنٹ سکولوں کے ہیڈ ماسٹروں کو بار بار چکر لگوا کر ذلیل کیا جاتا ہے، اور کتابیں بھی مہینوں بعد ملتی ہیں، اور وہ بھی نامکمل۔ جبکہ اس وقت تک پرائیویٹ اداروں کے بچے آدھا کورس مکمل کر چکے ہوتے ہیں۔

کیا یہ تعلیم کو عام کرنے کے طریقے ہیں، یا اسطرح قوم کو آئندہ چند سالوں میں ان پڑھ بنانے کی منصوبہ بندی کی گئی ہے؟ یہ تو تعلیم کے نام پر تعلیم اور طالبعلم کا علمی قتلِ عام کیا جا رہا ہے۔ اس طرح تو غریب عوام اور طلبہ کا استحصال کیا جا رہا ہے، اور سرمایہ داروں اور پرائیویٹ سیکٹر کو مالا مال کیا جا رہا ہے۔

کسی نے بڑی اچھی بات کہی ہے کہ

ے وہی قتل بھی کرے ہے، وہی لے ثواب الٹا

"اقوام عالم اپنے بچوں کو علم پڑھا رہی ہیں، اور ہم ایک بدیسی زبان پڑھا رہے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ علم ایک حقیقت ہے اور زبان محض علم تک پہنچے کا ذریعہ ہے۔"

تنظیم اساتذہ پاکستان قوم اور ملک کی اس تعلیمی صورتحال کو قوم کیساتھ تعلیم دشمنی تصور کرتی ہے۔اور قوم کے بچوں کے خلاف ایک گہری سازش سمجھتی ہے۔انہیں قومی زبان سے محروم کرنا ان کی زبان کاٹنے اور انہیں قوتِ گویائی سے محروم کرنے کے مترادف ہے۔ بلکہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی یہ چالیں، دنیا کی دوسری بڑی لسانی قوت، مسلم قومیت، کو بندوق کی بجائے تعلیم کے راستے تہذیبی طور پر غلام بنانے کی شعوری کوشش ہے، تاکہ اربوں اردو بولنے والی مسلم آبادی کو دینی اور تہذیبی ورثے سے کاٹا جائے۔ کہ اس طرح آئندہ چند برسوں میں کوئی تعلیم یافتہ فرد اردو پڑھنے سے قاصر رہے گا، اور یہ عظیم علمی خزانہ بآسانی ردی کی ٹوکری کی نظر ہو جائیگا۔

ملک کی پرائمری سے لیکر یونیورسٹی کی سطح تک کے اساتذہ کی یہ تنظیم حکمرانوں سے، جو خود کو "مسلم لیگ" اور "پاکستان کی خالق جماعت" کہتی ہے، یہ اپیل کرتی ہے اپنے آباؤاجداد اور بزرگوں نے اس مملکت خداداد کے حصول کے لئے، جن مقاصد کے تحت جدوجہد کی تھی اور قربانیاں دی تھیں، انہی مقاصد کے لئے آگے بڑھ کر کام کیا جائے، نہ کہ ان کی قربانیوں پر پانی پھیرنے اور نئی نسل کی تعلیمی نسل کُشی کے فرعونی اقدامات کا دست و بازو بنا جائے۔

تنظیم اساتذہ، ملک کے عظیم تر مفاد میں سمجھتی ہے کہ اس ملک کے بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لئے انہیں ان کی قومی زبان میں تعلیم دی جائے، تاکہ وہ بہتر طور پر علم کی روشنی کو جذب کرکے اس سے خود کو منور کر سکیں، اور تعلیم کے مقاصد سے، کماحقہ، مستفید ہو سکیں۔ قومی زبان اور تعلیم کو قوم پرستی کے دستبرد سے اور اس کی بھینٹ چڑھنے سے بچانے کے لئے تعلیم کو صوبوں سے لیکر مرکز کے ہاتھ میں واپس دیا جائے، اور اس مقصد کے حصول کے لئے اٹھارویں آئینی ترمیم میں، ترمیم کے لئے اکیسویں آئینی ترمیم لائی جائے۔ جس میں تعلیم کو انڈسٹری کی بجائے ملی و دینی فریضہ اور ریاست کی ذمہ داری قرار دیا جائے۔

تنظیم اساتذہ پاکستان تعلیم کو ترقی دینے اور اس میں مقصدیت اور بہتری لانے کے لئے سمجھتی ہے کہ تعلیم کے حوالے سے برطانیہ وغیرہ کیساتھ کئے گئے معاہدوں کو منسوخ کیا جائے، جن میں پورے ملک کے تعلیمی نظام کو ان کے حوالے کیا گیا ہے۔اس کے برعکس ایک آزاد اور خود مختار کمیشن بنایا جائے، جو ملک کے نامور، محب وطن ماہرینِ تعلیم پر مشتمل ہو، اور وہ تعلیمی نظام میں بگاڑ کے حقیقی عوامل معلوم کرکے ان کی اصلاح کے لئے اقدامات کو عملی جامہ پہنائیں، اور تعلیم کے اندر سیاسی اور بیرونی مداخلت کا خاتمہ کر سکیں، اور تعلیمی نصابات کو قومی امنگوں اور اس کے نظریات، تہذیب اور ثقافت کا آئینہ دار بنائیں، جو قومی یکجہتی، حب الوطنی سے سرشار اور قومی ترقی اور مفادات کی علمبردار دیانت دار نسل کو پروان چڑھانے میں کردار ادا کر سکیں۔

نصاب تعلیم اور پاکستان کو درپیش خطرات

فریال اوز گل

اس مضمون کا مقصد عوام کو قومی نصاب تعلیم میں بیرونی مداخلت کے ذریعے پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کی سازشوں سے آگاہ کرنا ہے مشکل اور دقیق اصطلاحات سے گریز کرتے ہوئے مختلف تصورات کو سادہ زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تعلیم کا مقصد

تعلیم کا مقصد بچوں کو مستقبل کی ذمہ داریوں کے لیے تیار کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے دین، وطن، تاریخ اور معاشرتی روایات سے آگاہ ہو جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ ایسا علم اور مہارتیں بھی سیکھ جائیں جن کے ذریعے وہ بڑے ہو کر روزگار حاصل کر سکیں تاکہ وہ کسی پر بوجھ نہ بنیں اور اپنے خاندان کی کفالت کر سکیں۔ وہ اچھے مسلمان اور محب وطن پاکستانی شہری بن سکیں۔

نصاب تعلیم اور درسی کتاب

طلبہ کو سکول میں جو کچھ پڑھنا اور سیکھنا مقصود ہے اس کی تفصیلی فہرست یا اہم نکات، یا خدوخال کو نصاب کہا جاتا ہے۔ نصاب کی دستاویز میں ان تمام معلومات مہارتوں اور کردار سازی سے متعلقہ سرگرمیوں کا خاکہ دیا جاتا ہے۔ اس خاکے یا نقشے کی روشنی میں ماہرین درسی کتب تیاری کرتے ہیں اور اساتذہ کمرہ جماعت اور سکول میں اسی نصاب اور درسی کتب کے مطابق پڑھاتے اور مختلف ہم نصابی سرگرمیوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسی نصاب کو مدنظر رکھتے ہوئے امتحانات کے سوالات طے کیے جاتے ہیں۔ نصاب کی دستاویز قومی اور صوبائی سطح کے ماہرین تعلیم ملکی آئین، پالیسی اور معاشرت کر مدنظر رکھ کر تیار کرتے ہیں۔ درسی کتب دراصل نصاب میں درج تعلیم و تربیت کے مقاصد کا عکس یا پرتو ہوتی ہیں۔ اساتذہ کمرہ جماعت میں اپنے سبق، گفتگو، سوال و جواب اور مختلف سرگرمیوں کے ذریعے ان نصابی مقاصد کے حصول میں معاونت اور رہنمائی کرتے ہیں۔ عام طلبہ کی دسترس نصاب کی دستاویز تک نہیں ہوتی۔ جو کچھ درسی کتب میں درج ہے یا جو اضافی معلومات استاد اپنی گفتگو کے ذریعے انہیں فراہم کرتا ہے۔ طلبہ اسی سے اثر قبول کرتے ہیں سیکھتے ہیں اور اپنے علم، صلاحیت اور سوچ کو اسی کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔

فرد اور قوم کے لئے تعلیمی نصاب کی اهمیت

نصاب نہ صرف بچوں یا مستقبل کے بالغ شہریوں کو کامیاب عملی زندگی کے لیے تیار کرتا ہے۔ یہ معاشرے کے مثبت رہنما اصولوں، روایات اور افراد کے مابین ربط وضبط، محبت، اخوت، امن اور ذہنی یگانگت کر فروغ بھی دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں نصاب ایک طالب علم یا فرد کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ قومی ہم آہنگی اور تشخص کو مضبوط کرتا ہے اور ملکی ترقی کی رفتار کو تیز کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اگر تعلیمی نصاب صرف فرد کو محض معلومات اور مہارتیں سکھانے تک ہی محدود رہے تو ان مختلف افراد کو ایک قوم اور ملت میں پرونا ممکن نہیں ہوگا۔ ایسے طلبہ کو نہ اپنے وطن سے محبت ہوگی اور نہ اپنی دینی اور معاشرتی روایات کا احترام ہوگا۔ یعنی تعلیمی نصاب انفرادی شخصیت سازی کے ساتھ ساتھ مختلف علاقوں میں بسنے اور مختلف زبانیں بولنے والوں کو ایک دوسرے کے قریب بھی لاتا ہے، ان کی سوچ، خیالات اور عزائم کو ایک مشترک سمت اور منزل سے آگاہ کرتا ہے اور انہیں ایک قوم بناتا ہے۔

پاکستان کے لیے تعلیمی نصاب کی خصوصی اهمیت

پاکستان برصغیر پاک وہند میں آباد مسلمانوں کی اسلام سے محبت اور دو قومی نظریے کی بناپر وجود میں آیا۔ قیام پاکستان کی جدوجہد میں چاروں صوبوں میں آباد مختلف زبانیں بولنے والوں نے حصہ لیا۔ ان سب میں قدر مشترک اسلام تھا جس کے باعث اس خطے کے کروڑوں لوگ ایک وطن کے حصول پر متفق ہوئے۔ اگرچہ پاکستان میں آباد بائیس کروڑ عوام میں 97 فیصد مسلمان ہیں ان کی مادری زبان مختلف ہو سکتی ہے، تاہم اردو ان سب میں رابطے کی مشترک زبان ہے۔ مختلف غیر ملکی قوتیں اور بعض انتہا پسند لسانی گروہ پاکستان کی وحدانیت اور یک جہتی کو نقصان پہنچانے کی سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ پاکستان ایک نوزائیدہ مملکت ہے، تعلیمی نصاب ہی کے ذریعے ملک کے مختلف علاقوں میں آباد مختلف مادری زبان بولنے والے طلبہ یا مستقبل کے بالغ پاکستانی شہریوں کو قریب لاکر ایک قوم کی شکل میں متحد کیا جاسکتا ہے۔ دنیا کے بیشتر ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک میں ایک قومی نصاب رائج ہے تاکہ قومی یک جہتی اور ذہنی ہم آہنگی کے ذریعے ملی اتحاد اور ملکی دفاع کو مضبوط کیا جا سکے اور معاشی ترقی بھی حاصل کی جاسکے۔ نصاب سازی کے اصول اور بنیادیں سکولوں کالجوں اور جامعات میں پڑھائے جانے والے مضامین کو دوبڑی اقسام میں بانٹا جاسکتا ہے، سماجی علوم (Social Sciences) اور طبعی علوم (Natural Sciences) طبعی علوم میں ریاضی، کیمسٹری، فزکس یا طبیعیات، بیالوجی اور کمپیوٹر وغیرہ شامل ہیں جبکہ پاکستانی تناظر میں سکول کی سطح پر پڑھائے جانے والے سماجی علوم میں تاریخ، مطالعہ پاکستان جغرافیہ، اسلامیات اور مختلف زبانیں مثلاً اردو، انگریزی، عربی، فارسی، سندھی، پشتو، بلوچی وغیرہ شامل ہیں۔ طبعی علوم نسل درنسل یا صدیوں کے عرصے میں مختلف سائنس دانوں یا ماہرین کی تحقیق کے نتیجے میں تشکیل پاتے ہیں اور

ان کا استعمال صنعت و حرفت، طب، انجنیئرنگ، تعمیرات اور نئی نئی مشینیں ایجاد کرنے میں ہوتا ہے اور کرہ ارض کے بیشتر ملک ان سے بلا تخصیص استفادہ کرتے ہیں۔ جب کہ سماجی علوم کے نصاب کا براہ راست یا بالواسطہ تعلق کسی بھی ملک، قوم یا گروہ کے دین تاریخ، روایات اور نظریات سے ہوتا ہے۔ سماجی علوم کے مضامین کے نصاب کے اجزائے ترکیبی یا مجموعی سمت میں ہر ملک کے اپنے مخصوص مقامی حالات، ضروریات اور نظریات کی جھلک ہوتی ہے۔ کیونکہ سماجی علوم کسی بھی قوم کے افراد کے خیالات کو ہم آہنگ اور ملی یک جہتی کو مضبوط کرتے ہیں۔ ماہرین تعلیم نے سماجی علوم کے نصاب کی تشکیل کے دوران درج ذیل بنیادوں یا پہلوؤں کو مد نظر رکھنے پر زور دیا ہے۔

۱ فلسفہ حیات یا نظریاتی بنیادیں

۲ نفسیاتی بنیادیں

۳ سماجی و ثقافتی پس منظر یا بنیادیں

۴ معاشی تقاضے یا بنیادیں

چنانچہ ریاست پاکستان کو بھی اپنی بقا اور ترقی کے لیے نصاب تعلیم کی تشکیل میں درج بالا بنیادوں کو فوقیت دینی چاہیے۔ موجود دور میں ہر ملک کا تعلق اور انحصار دیگر اقوام اور عالمی اداروں پر بڑھ گیا ہے۔ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے چنانچہ انسانی تہذیب و تمدن کے قابل قبول عالمی رجحانات اور مسلمہ اصولوں کے تعارف کو بھی تعلیمی نصاب میں شامل کرنا ضروری ہو گیا ہے، مثلاً ماحولیات، آلودگی، حفظان صحت، خواتین کی تعلیم و تربیت اور اقلیتوں کو حقوق وغیرہ۔

پاکستانی نصاب میں بیرونی مداخلت

پاکستان کے چاروں صوبوں میں تعلیمی نصاب کی تشکیل، جائزے اور نظر ثانی کے مستقل ادارے موجود ہیں۔ جن میں قابل ماہرین تعینات ہیں۔ تاہم بعض مواقع پر انہیں آزادانہ طور پر کام کرنے کا اختیار نہیں دیا جاتا۔ وفاقی وزارت تعلیم اور صوبائی محکمہ ہائے تعلیم کی باگ دوڑ اشرافیہ یعنی بیوروکریسی کے اعلیٰ آفیسران کے ہاتھوں میں ہوتی ہے جن کے اپنے بچے مہنگے پرائیوٹ سکولوں میں یا بیرون ملک تعلیم حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض وزرا، یا سینیئر آفیسران دانستگی یا نادانستگی میں بیرونی اداروں کے جال میں پھنس کر تعلیمی نصاب میں قومی اتحاد سے متعلقہ بعض اہم نکات کو خارج کروا دیتے ہیں اور ایسے غیر ملکی تصورات شامل کرواتے ہیں جو ہماری معاشرت اور اخلاقی قدروں کو کمزور کر سکتے ہیں۔

2002 سے پہلے پاکستان میں قومی نصاب تعلیم کی تشکیل کی ذمہ داری قومی نصاب ونگ اسلام آباد کے سپرد تھی جو صوبائی نصابی اداروں کی مشاورت سے ہر مضمون کا نصاب تیار کرتا تھا۔ فوجی آمر جنرل مشرف کے دور میں غیر ملکی قوتوں کو قومی نصاب کی تشکیل میں مداخلت کی اجازت دی گئی۔ چند امیر ممالک اور بین الاقوامی این جی اوز نے تکنیکی معاونت کے نام پر اپنی مرضی کے ماہرین کی

خدمات اور نصاب سازی کی کمیٹیوں کے اجلاسوں کے لئے مالی مدد فراہم کی۔ جس کے نتیجے میں ملک کے نصابی اداروں کے ماہرین کی آواز اور رائے کو غیر ملکی این جی اوز کے تعینات کردہ ماہرین نے دبا دیا۔ انہوں نے قومی نصاب کی نظریاتی روح کو کمزور کرنے کے لیے متعدد اہم نکات کو غیر محسوس طریقے سے نکال دیا ان کو کمزور کر دیا۔ 2002 کے بعد 2021 تک جتنے بھی قومی یا صوبائی سطح پر تعلیمی نصاب تیار کیے گئے ان کی تشکیل میں غیر ملکی اداروں یا بین الاقوامی این جی اونے براہ راست یا بالواسطہ اثر ورسوخ استعمال کیا اور اپنی مرضی کی تبدیلیوں کی کوششیں کیں۔

قومی نصاب اور غیر ملکی نصاب

اس وقت پاکستان کے سکولوں میں دو نصاب رائج ہیں، قومی نصاب اور غیر ملکی یا برطانوی نصاب۔ اکثر سرکاری سکولوں میں قومی نصاب رائج ہے جس کے تحت تمام درسی کتب بشمول پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو مضبوط کرنے والے مضامین مثلاً مطالعہ پاکستان، اردو زبان اور اسلامیات کی درسی کتابیں صوبائی ٹیکسٹ بک بورڈوں کی زیر نگرانی تصنیف اور شائع ہوتی ہیں اور سرکاری سکولوں کو مہیا کی جاتی ہیں۔ جبکہ زیادہ فیس لینے والے اکثر پرائیوٹ سکول اور اشرافیہ کے لیے مخصوص سرکاری تعلیمی ادارے (مثلاً ایچی سن کالج، صادق پبلک سکول، لارنس کالج اور متعدد کیڈٹ کالجز) میں برطانیہ کے کیمبرج سکول سسٹم کا نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ اس غیر ملکی نصاب کے استعمال کرنے والے سکولوں کے طلبہ غیر ملکی ادارے برٹش کونسل کے زیر اہتمام انٹرنیشنل جنرل سرٹیفکیٹ آف سیکنڈری ایجوکیشن کے امتحانات میں شریک ہوتے ہیں جس کے دو درجے ہیں اولیول (O level) جو میٹرک کے برابر اور اے A لیول جو انٹرمیڈیٹ کے برابر ہے۔ اس غیر ملکی نصاب تعلیم (کیمبرج سکول سسٹم) کی درسی کتب بھی غیر ملکی پبلشرز مثلاً آکسفورڈ یونیورسٹی پریس اور کیمبرج یونیورسٹی پریس شائع کرتے ہیں۔ اس غیر ملکی نصاب کے تحت تمام تدریس انگریزی زبان میں ہوتی ہے۔ ان سکولوں میں صرف انگریزی زبان ہی بولنے اور لکھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ چنانچہ ان سکولوں میں زیر تعلیم طلبہ انگریزی زبان فر فر بولتے ہیں اور ان کی قومی زبان اُردو واجبی سی ہوتی ہے۔ انگریزی زبان پر عبور کے باعث والدین اور عوام میں یہ خوش فہمی پیدا ہو جاتی ہے کہ اس غیر ملکی نصاب کے تحت تعلیم پانے والے بچوں کا معیار تعلیم دیگر عام سرکاری سکولوں کی نسبت بہتر اور برتر ہوتا ہے۔ امیر گھرانوں کے چشم و چراغ ہونے کے باعث اور انگریزی زبان میں روانی کے سبب انہیں اچھی ملازمت آسانی سے مل جاتی ہے۔

تدریس کی زبان

دنیا بھر کے ماہرین اس پر متفق ہیں کہ بچے ابتدائی مدارج میں اپنی مادری یا قومی زبان میں زیادہ شوق، زیادہ آسانی اور زیادہ رفتار سے پڑھنا لکھنا اور نیا علم سیکھتے ہیں۔ جبکہ غیر ملکی زبان ان کے سیکھنے کے عمل میں رکاوٹ بنتی ہے۔ بیشتر ترقی یافتہ ممالک جہاں انگریزوں نے حکومت نہیں کی، وہاں تمام بچے سکول سے یونیورسٹی تک اپنی مادری یا قومی زبان میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً فرانس، جرمنی، چین، روس، جاپان اور کوریا وغیرہ۔ ان میں سے بعض ممالک نے انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنائے بغیر ایٹمی ٹیکنالوجی کی طاقت حاصل کی ہے اور

ان میں سے کئی ممالک خلاتک جا پہنچے ہیں۔یعنی سائنسی ترقی کے لیے انگریزی زبان میں پڑھنا یا انگریزی بول لینا شرط نہیں۔جب ہم بچوں کو کسی غیر ملکی زبان میں لکھی گئی درسی کتب فراہم کرتے ہیں اور ان کا امتحان بھی غیر ملکی زبان یعنی انگریزی میں لیتے ہیں تو ان بچوں کا اپنے مقامی ماحول، وطن، تاریخ، ادب، دین، روایات اور اخلاقی اقدار سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے یا کمزور ہو جاتا ہے۔

خطرات کے سدباب کے لیے اقدامات

1 . وزیر اعظم وزرائے اعلی اور وزرائے تعلیم سے تحریری مطالبہ کیا جائے کہ وہ غیر ملکی نصاب اور امتحانات کو قومی نصاب سے ہم آہنگ کرنے کے لیے مستقل بنیادوں پر موثر نظام قائم کریں، اس مقصد کے لیے ان کو خط لکھے جائیں اور اخبارات میں مضامین شائع کروائے جائیں۔

2۔ تمام غیر ملکی پبلشرز کی درسی کتب کے مسودوں کے مندرجات کی ضروری پڑتال یا نظر ثانی کرنے کے بعد متعلقہ صوبائی ٹیکسٹ بک بورڈ ان کی اشاعت کا اجازت نامہ جاری کرے۔

3۔ فیڈرل بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن اسلام آباد کو منظور شدہ ایکٹ (1975) کے تحت اختیار حاصل ہے کہ وہ غیر ملکی نصاب کے تحت امتحان لینے والے اداروں کے امتحانات کو کنٹرول اور ریگولیٹ کرے۔ وفاقی بورڈ اپنے اس فرض سے پہلو تہی کر رہا ہے۔ وفاقی حکومت فیڈرل بورڈ کو احکامات دے کہ وہ غیر ملکی اداروں کے امتحانات کے سلسلے میں اپنے فرائض کی تکمیل کا فوری آغاز کرے۔

4 . عوامی نمائندوں پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ تعلیمی نصاب اور درسی کتب تیار کرنے والے حکومتی اداروں کی سربراہی کے لئے ایسے ماہرین کو تعینات کریں جن کے خیالات اور عملی زندگی اسلام اور نظریہ پاکستان سے ہم آہنگ ہو۔

5 . والدین اور مختلف محب وطن پاکستانی تنظیمیں اور انجمنیں قومی نصاب، سرکاری اور غیر ملکی درسی کتب کی نگرانی، چھان پھٹک، خامیوں کی نشاندہی اور بہتری کے لیے کمیٹیاں، تھنک ٹینک اور فورم بنائیں تاکہ پاکستان کے دشمن ہماری سالمیت اور نظریاتی بنیادوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

انگریزی --نفسیاتی الجھن...محمد اسلم الوری

انگریزی سے نفسیاتی الجھن اور اس کے مضمرات کے شعور کے باوجود نجی تعلیمی اداروں کی طرف اس کی دانستہ سرپرستی کی وجہ ایک تو قومی تعلیمی پالیسی اور انگریزی ثقافت کے فروغ کے لئے کارفرما بیرونی اداروں کی امداد و ترغیبات ہیں دوسرے والدین کے نفسیاتی مسائل ہیں جو منظم پروپگنڈے کے زیر اثر انگریزی میڈیم اسکولوں میں تعلیم ہی کو ترقی کا زینہ سمجھتے ہیں۔ اے لیول اور اولیول میں بچوں کو داخل کرانے کے شوقین والدین بھی اردو کے مضمون کو ایک غیر ضروری بوجھ تصور کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں ک اردو تو بچوں کو آتی ہی ہے وہ اسے پڑھ کر کیا کریں گے کیونکہ آگے چل کر تمام مضامین کی تدریس انگریزی میں ہی ہونی ہے۔ اسکول والے بھی اردو کے اساتذہ کو اچھا مشاہرہ دینے کو تیار نہیں اور نا ہی والدین اردو کی ٹیوشن کے لئے بچوں کو اچھا استاد مہیا کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔

گھروں اور محلوں میں چونکہ کتب خانوں اور کتب بینی کا رواج ختم ہو گیا ہے اس لئے بچوں کے لئے تدریس اردو کے مواقع بھی ناپید ہو گئے ہیں۔ گھر اور مدرسہ سے باہر نکلیں تو ہر طرف منڈیوں بازاروں اور بڑے بڑے تجارتی و خریداری مراکز میں انگریزی ناموں اور اردو ناموں کو رومن میں لکھنے کا چلن عام دکھائی دیتا ہے۔ گھر کی روزمرہ استعمال کی اشیاء، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اوڑھنے پہننے، سیر و تفریح، کھیل کود، رہائش و ذاتی زیبائش کے سامان اور امراض و علاج و ادویات تک بیشتر چیزوں اور معمولات و سرگرمیوں کے نام انگریزی میں دکھائی اور سنائی دیتے ہیں۔ حکومتی ادارے، سیاسی جماعتیں، عدالتی اور سول و عسکری افسران انگریزی سے بے بہرہ ہونے کے باوجود مغربی زبان و ثقافت کے محافظ و نگہبان بنے ہیں۔ یہ ہے وہ ماحول جس میں محض مطالبات اور بٹن دبانے سے مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

ہمیں راستے کی ان مشکلات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے مقصد کی سچائی اور اس میں کامیابی پر پورے ایمان و ایقان کے ساتھ ایک دوسرے سے الجھے بغیر اپنی جدوجہد کو دستیاب وسائل کی روشنی میں حکمت عملی کے ساتھ مل جل کر انفرادی اور اجتماعی سطحوں پر جاری رکھنا ہے۔ اردو کی معیاری تدریس، گھروں دفاتر اور کاروباری سرگرمیوں میں اردو بول چال کے فروغ، بلدیاتی اداروں اور ایوان ہائے صنعت و تجارت وزراعت، اساتذہ، طلبا، وکلا، صحافیوں، انجینئروں، ڈاکٹروں، علما و مدرسین اور سرکاری ملازمین کے علاوہ محنت کشوں کی پیشہ ور تنظیموں سے مضبوط و بامعنی روابط اس مقصد کے حصول کے لئے سب سے اہم ہیں۔ دوسرا محاذ اطلاعاتی و ابلاغی ٹیکنالوجی اور کمپیوٹر سائنس کے شعبہ میں ایسی سہولیات اور جدید اپلی کیشنز کی تیز تر تیاری ہے جو انتظامی و عدالتی امور اور عسکری ضروریات، تجارت و بینکاری اور تعلیم و تحقیق سمیت ہر شعبہ میں انگریزی کی جگہ اردو زبان کو اس کے بہتر متبادل کا درجہ حاصل کرنے کے قابل بنا دے۔

مثال کے طور پر گاڑی چلانے والوں کے لئے گوگل میپ اور اس کی زبانی ہدایات اگر انگریزی کے ساتھ آسان اردو میں بھی مہیا ہو جائیں تو لاکھوں ناخواندہ اور انگریزی سے نابلد افراد کو فائدہ ہو سکتا ہے۔ بینک دولت پاکستان، انجینئرنگ کونسل، میڈیکل کونسلیں، سرکاری ریگولیٹری اتھارٹیز یعنی پیمرا، پیپرا جیسے انضباطی ادارے اعلی تعلیمی کمیشن اپنے ماتحت اور متعلقہ اداروں کو پابند کر سکتے ہیں کہ وہ ایک ماہ کے اندر اپنے جملہ قوانین و قواعد، اسٹیشنری، ویب گاہوں اور وظائف و افعال کو انگریزی کے ساتھ اردو کے سانچے میں ڈھالیں۔ پنجاب میں ایڈیشنل چیف سیکریٹری کی نگرانی میں ہر ضلع کی سطح پر عشروں پہلے سے موجود انجمن زبان دفتری پنجاب کو فعال بنا کر نفاذ اردو کے عمل کو تیز تر کیا جا سکتا ہے۔ حکومتی اداروں کے خلاف عدالت عظمی کے فیصلہ کی روشنی میں قانونی چارہ جوئی اور منتخب نمائندوں پر دباؤ اس حکمت عملی کا حصہ ہیں۔

یوم خواندگی سے خطاب۔ محمد اسلم الوری

اسلام آباد: 8 ستمبر 2022ء یوم نفاذ اردو اور عالمی یوم خواندگی کے طور پر منایا جاتا ہے۔ یہ حسن اتفاق ہے اور میری خوش بختی بھی مجھے اس روز بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ و مطالعہ پاکستان کے زیر اہتمام پاکستان کے جشن الماسی کی تقریبات میں شرکت اور اس موقع پر ملک بھر سے شریک مختلف جامعات کے مورخین محققین اساتذہ اور دانشوروں کی موجودگی میں "نفاذ قومی زبان، دستوری تقاضے، عملی اقدامات، موانعات اور نفاذ میں تاخیر کے مضمرات" کے موضوع پر اپنے تحقیقی مقالہ کے اہم نکات پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ملک کے ممتاز تاریخ دان، اہل قلم اور دانشور جناب ڈاکٹر محمد جعفر صاحب نے اس اجلاس کی صدارت کی اور اپنے قیمتی خیالات سے نوازا۔ میں اس تقریب کے مہتمم اور شعبہ تاریخ کے صدر نشین پروفیسر ڈاکٹر مجیب احمد، ڈاکٹر سید اکمل شاہ اور دیگر رفقاء کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد میں مرکز السنہ وعلوم ترجمہ کے نام سے عالمی معیار کے دارالترجمہ کا قیام نفاذ قومی زبان کی جانب ایک اہم قدم ہے۔ اس مرکز کے قیام کا سہرا نوجوان رئیس الجامعہ ڈاکٹر ضیاء القیوم کے سر جاتا ہے جنھوں نے اپنی قومی زبان سے بھرپور محبت اور تعمیر وطن کے جذبہ سے سرشار ہو کر جدید سہولیات اور بین الاقوامی معیارات کے حامل اس مرکز السنہ و دارالترجمہ کا منصوبہ بنایا اور اس کی سربراہی کے لئے ایک تجربہ کار ماہر لسانیات اور جذبہ خدمت سے سرشار بہترین منتظم اور موزوں ترین فرد پروفیسر ڈاکٹر غلام علی صاحب کا انتخاب کیا۔ آج تحریک نفاذ آردو پاکستان کے سربراہ جناب عطاء الرحمان چوہان اور سرپرست اعلی محمد اسلم الوری پر مشتمل وفد نے مرکز السنہ و دارالترجمہ کا دورہ کیا اور ڈاکٹر غلام علی صاحب سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی زبانی دارالترجمہ کے بنیادی تصور، اغراض و مقاصد ترقیاتی منصوبوں اور اب تک کی پیش رفت سن کر امید بندھی ہے کہ ابھی کم سہی لیکن کچھ رجال کار ایسے ضرور موجود ہیں جو نفاذ قومی زبان کی منزل سر کر کے دم لیں گے۔ اللہ کریم رئیس الجامعہ ڈاکٹر ضیاء القیوم اور ڈاکٹر غلام علی صاحب کو علم و ادب اور اپنی زبان و ثقافت کی مزید خدمات کی ہمت و توفیقات عطا فرمائے۔ تحریک نفاذ اردو جلد ہی اس سلسلہ میں اپنی تجاویز و آرا کے ساتھ رئیس الجامعہ سے ملاقات کرے گی تاکہ نفاذ قومی زبان سے متعلق عدالت عظمی کے فیصلہ پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جاسکے۔

راولپنڈی آرٹس کونسل میں منعقدہ تقریب کے شرکاء کی مشترک تصویر

ہوا میں معلّق قومی ادارے----احمد حاطب صدیقی (ابونثر)

طے ہوا تھا کہ ان کالموں کے مطلوب قارئین ہماری دنیائے ابلاغیات کے نَو بالغ مبلغین ہوں گے۔ شک ہوا تھا کہ شاید صرف یہی طبقہ اِن کالموں کو نہیں پڑھتا۔ مگر پچھلے دنوں اس شک میں شبہ پڑ گیا۔ ہم اپنے کمرۂ مطالعہ میں کسمسا رہے تھے کہ جناب عطاء الرحمٰن چوہان کا فون آگیا۔ صدر، تحریک نفاذِ اردو پاکستان کا۔ ''حضور! فیصلہ ہوا ہے کہ مجلس مذاکرہ کی صدارت کے لیے آپ کو زحمت دی جائے''۔ ہم دنگ رہ گئے: ''بھائی! کون سی مجلسِ مذاکرہ؟ کس کا فیصلہ؟ کیسی زحمت؟ صدارت تو ہم ملک کی بھی کرنے کو تیار ہیں، کہ کرنا کچھ نہیں ہوتا۔ ہینگ یا پھٹکری لگائے بغیر بھی رنگ چوکھا ہی آتا ہے۔ مگر یہ کیسی صدارت؟ جس میں ہمیں زحمت بھی پڑے گی!''

معلوم ہوا کہ یہ بھی قیامِ پاکستان کے جشنِ الماسی کا سلسلہ ہے۔ راولپنڈی/اسلام آباد ایڈیٹرز کونسل، نیشنل پریس کلب اسلام آباد میں 17 اگست کو صحافیوں، کالم نگاروں، ادیبوں اور شاعروں کا ایک مجمع اکٹھا کر رہی ہے۔ جمع کرتے ہیں وہ رقیبوں کو۔ اس مجمع کے آگے ہمیں پیش کیا جائے گا کہ ایسے ہوتے ہیں پاکستان کی قومی زبان لکھنے، پڑھنے اور بولنے والے جنونی۔ دیکھو 'اِنھیں' جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو!

محفل میں محترم مظہر برلاس، محترم نیر سرحدی، محترمہ فہمیدہ بٹ، محترم نجف شیرازی اور محترم فدا حسنین شیرازی سمیت ورقی و برقی ابلاغیات سے متعلق بہت سے خواتین و حضرات جمع تھے۔ بات تھی ذریعہ ابلاغ اُردو کی۔ سو، ہمارا تو وہی حال ہوا جو شبنم رومانی کا ہوا ہوگا:

وہ بھی تھے، ذکر بھی تھا رنگِ غزل کا شبنمؔ
پھر تو میں نے سرِ محفل وہ گُل افشانی کی

بات یوں شروع کی کہ جناب! آپ نے جب بھی اور جو بات بھی کہی وہ 'ہونٹوں نکلی اور کوٹھوں چڑھی'۔ اِدھر کہی اُدھر زباں زدِ خاص و عام ہو گئی۔ جو اصطلاح استعمال کی، رائج ہوئی۔ آپ نے جو الفاظ برتے، عوام بھی انھیں برتنے لگے۔ آپ کے قارئین و ناظرین آپ کے کہے پر ایمان کی حد تک ایقان رکھتے ہیں۔ آپ جو خبر دے دیں وہ پتھر پر لکیر بن جاتی ہے۔ خواہ کوئی جعلی بصریہ ہی تازہ خبر کہہ کر چوبیس گھنٹے متواتر ذرائع ابلاغ پر کیوں نہ چلاتے رہیں۔ وہ بصریہ جس میں چالیس کوڑے کھائی ہوئی لڑکی اُٹھے اور پُھدر پُھدر دوڑتی چلی جائے۔ جعل ثابت ہو جانے کے باوجود لوگ آج بھی اس جھوٹی خبر پر یقین رکھتے ہیں۔ آپ پیش قدمی کرتے

ہیں اور رائے عامہ آپ کے پیچھے پیچھے چلتی ہے۔ آپ ہی ہیں جو اس قوم کی رائے بناتے بھی ہیں اور بگاڑتے بھی۔ سو، آپ سے خطاب کرکے بڑی خوشی ہو رہی ہے۔

قبل ازیں جب دوسرے لوگ بات کر رہے تھے تو ہم نے محترم نیّرؔ سرحدی صاحب سے ایک کاغذ طلب کرکے 'غلطی ہائے مضامین' کے کچھ نکات نوٹ کر لیے تھے۔ اللہ نے لاج رکھی (صحافیوں کی) کہ عین ہمارے خطاب سے چند ثانیے پہلے وہ کاغذ اُڑ کر مجلسِ مذاکرہ کی لمبی میز تلے جا گھسا۔ مر دو زن اُسے ڈھونڈا کیے مگر نہیں ملا۔ مجبوراً ہمیں اُن کی خامیوں کے بجائے خوبیوں ہی پر خطاب کرنا پڑا۔

خیر، جو باتیں وہاں نہ کہہ سکے یہاں کہے دیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہمارے قومی ادارے قومی زبان سے قطع تعلق کو قابلیت کی علامت جانتے ہیں۔ بھلا 'ایڈیٹرز کونسل' کو 'مجلسِ مدیران' کہنے میں کیا حرج تھا؟ 'نیشنل پریس کلب' کو 'قومی ایوانِ ابلاغ' کہا جائے تو کیا قوم برا مان جائے گی؟ جامعات کے جن جدید شعبوں میں ماہرینِ ابلاغیات تیار کیے جاتے ہیں اگر اُن کو 'ڈپارٹمنٹ آف میڈیا سائنسز' کے بجائے 'شعبہ علومِ ابلاغیات' کہیں تو کیا فرق پڑے گا؟ فرق یہ پڑے گا کہ قوم تک ابلاغ کا فریضہ سرانجام دینے والوں کا رشتہ قوم اور قومی زبان سے مضبوط ہو جائے گا۔ اب عملاً سب تسلیم کر چکے ہیں کہ اس قوم تک اپنے خیالات کے موثر ابلاغ کا ذریعہ قومی زبان ہے، انگریزی زبان نہیں۔ ذہن و زبان اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر تیار ہوں یا نہ ہوں، مگر انگریزی نشریات کو اس قوم نے قبول کیا نہ انگریزی چینل یہاں چل سکے۔ آخر ہمارے بچوں کو وہ مضامین انگریزی میں کیوں پڑھائے جا رہے ہیں جن کا عملی استعمال اُردو میں ہے۔

ہمارے قومی ادارے قوم سے قطع تعلق کرکے کچھ ہوائی قلعوں میں معلق ہو گئے ہیں۔ ان قلعوں کی دُنیا ایک بند دُنیا ہے۔ قلعوں کے اندر کی دنیا اور ہے باہر کی دنیا اور۔ باہر کھڑی قوم کو اندر کی زبان سمجھ میں نہیں آتی۔ اندر بسنے والے ان قلعوں سے باہر والوں کی بات نہیں سمجھ پاتے۔ دونوں کے درمیان ایک 'لسانی باڑ' حائل ہے۔ ہمارے بچے ہمارے 'تعلیمی قلعوں' میں جو کچھ پڑھتے ہیں وہ باہر نکل کر بیان نہیں کر سکتے۔ کون سمجھے گا؟ ہمارے انتظامی دفاتر کی زبان، ہمارے تعلیمی اداروں کی زبان، قانون سازی کی زبان اور عدالتی فیصلوں کی زبان اس قوم اور اس ملک کی زبان نہیں۔ جو زبان ہے وہ عوام کی سمجھ سے باہر ہے، کیوں کہ یہ باہر کی زبان ہے، بہت باہر کی۔ اس پورے خطے سے باہر کی۔ یہ سات سمندر پار کی زبان ہے۔ اس زبان کا اس زمین سے کوئی رشتہ نہیں۔ آخر اسے ملک پر مسلط کیے رکھنے کا کیا جواز ہے؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ اُن استعماری آقاؤں کی زبان ہے جنھوں نے دو صدیوں تک ہمیں غلام بنائے رکھا۔ جن سے آزادی کا 'جشنِ الماسی' ہم منا رہے ہیں۔ ہمارے قومی اداروں میں ہماری قومی زبان کا گزر نہیں۔ ایسے میں کیسے مان لیا جائے کہ یہ ہمارے 'قومی ادارے' ہیں۔

قومی اداروں کو قوم سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ قومی جذبات سے، قومی احساسات سے اور قومی زبان سے... تب ہی انھیں قوم کی حقیقی حمایت حاصل ہو سکے گی۔ ایسا ہو جائے تو پوری قوم اپنے اداروں کی پشت پر ہو گی، احساسِ اپنائیت اور احساسِ ملکیت کے ساتھ۔ ورنہ اگر آج ہم اپنے کسی انتظامی یا تعلیمی ادارے میں چلے جائیں تو وہاں چسپاں اعلانات، دفتری کاغذات اور در و دیوار پر لگی ہوئی تختیوں کی زبان دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے گویا ہم کسی غیر ملک میں آ گئے ہیں۔ دنیا کے جن ترقی یافتہ ممالک کی مثالیں دی جاتی

ہیں، اُن کے قومی اور تعلیمی اداروں کی زبان وہی ہوتی ہے جو اُن کی قومی زبان ہے۔ اُن کی قوم کو اپنے قومی یا تعلیمی اداروں میں کسی قسم کی اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا۔ یہ بھی واضح رہے کہ دنیا کے اکثر ممالک میں ایک سے زائد زبانیں بولی جاتی ہیں، مگر اُن کی قومی زبان ایک ہی ہوتی ہے۔ وہی زبان جو پوری قوم کے باہمی رابطے کی زبان ہوتی ہے۔

قومی اداروں سے قوم کی ہم آہنگی کے لیے لسانی ہم آہنگی ضروری ہے۔ یک دلی پیدا کرنے میں یک زبانی کا اہم کردار ہوتا ہے۔ ہمیں بدیسی زبان سے نجات حاصل کرکے دیسی زبانوں کو فروغ دینا چاہیے۔ گلی گلی انگریزی سکھانے والے اداروں کے بجائے ہمیں پاکستانی زبانیں سکھانے والے ادارے درکار ہیں۔ سات سمندر پار کی پرائی زبان رٹنے والے بچوں کو بلوچی، سندھی، پشتو اور پنجابی زبانیں نہیں آتیں۔ اس وجہ سے اپنی زبانیں اُنھیں پرائی زبانیں لگتی ہیں۔ قومی زبان اُردو، قوم میں مختلف زبانیں بولنے والوں کو ایک دوسرے کی زبان سکھانے میں اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔ اُردو سندھی بول چال، اُردو پشتو بول چال اور اُردو بلوچی بول چال وغیرہ پر مشتمل مختصر تعلیمی نصاب پوری قوم کو، پوری قوم کی زبان سکھا سکتا ہے۔ قومی زبان اور تمام پاکستانی زبانوں میں مشترک الفاظ کی کثیر تعداد موجود ہے۔ اُردو اور پنجابی کا اچھا خاصا ذخیرۂ الفاظ مشترک ہے۔ ہمارے نشریاتی ادارے اپنے سامعین و ناظرین کو پاکستانی زبانیں سکھانے کا کام بہتر طریقے سے کرسکتے ہیں۔ پاکستان کی قومی زبان ہی دیگر پاکستانی زبانوں کو ملک میں فروغ دے گی۔ انگریزی زبان اس سلسلے میں کچھ نہیں کرسکتی۔ انگریزی کا کام ہمیں ایک دوسرے سے کاٹنا تھا، وہ اپنا کام کرچکی۔ اُردو کا کام ہمیں جوڑنا ہے سو یہ کام وہ سرکاری سرپرستی کے بغیر ہی کررہی ہے۔

ہمارے ججز اور وکلا کو انگریزی نہیں آتی اور نہ ہی انگریزی پر کبھی عبور ہو سکتا ہے

جسٹس (ر) جواد ایس خواجہ

مظفر آباد (نمائندہ جنگ) سابق چیف جسٹس پاکستان جسٹس (ر) جواد ایس خواجہ نے کہا ہے کہ اُردو کا نفاذ نہ کرکے ججز توہین عدالت کر رہے ہیں، ججز اور وکلا کو خود انگلش نہیں آتی، فیصلے انگریزی میں لکھنا دستور شکنی ہے، انگریز چلا گیا مگر ان کے اندر سے غلامی نہیں نکل رہی، حکمران طبقہ اور بیوروکریسی انگریزی کے سہارے خود کو برتر ثابت کرتے ہیں ورنہ اندر سے سب کھوکھلے ہیں، ان خیالات کا اظہار انھوں نے آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں اپنے اعزاز میں منعقدہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کیا، انہوں نے کہا کہ انگریز چلا گیا مگر ان کے اندر سے غلامی نہیں نکل رہی، حکمران طبقہ اور بیوروکریسی انگریزی کے سہارے خود کو برتر ثابت کرتے ہیں ورنہ اندر سے سب کھوکھلے ہیں، دعوے سے کہتا ہوں کہ ہمارے ججز اور وکلا کو انگریزی نہیں آتی اور نہ ہی انگریزی پر کبھی عبور ہو سکتا ہے، وہ صرف اس لیے فیصلے سامراج کی زبان میں لکھتے ہیں کہ عوام کو سمجھ نہ آئیں، دفاتر میں انگریزی کا چلن صرف عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے ہے۔ حکمران طبقہ، بیوروکریسی انگریزی زبان کے سہارے خود کو برتر شمار کروا رہی ہے۔ (روزنامہ جنگ 22 اکتوبر، 2018)

نفاذ اردو کی اہمیت۔۔۔ شگفتہ مختار (لاہور)

ہماری قومی زبان اردو ہے۔ یہ ایک روایتی بات نہیں بلکہ ایک ایسی حقیقت کا اظہار ہے جس پر ہم بجا طور پر ناز کر سکتے ہیں۔ اردو زبان دنیا کے بڑے حصے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ بھارت میں امرتسر سے کلکتہ تک اور ہمالیہ کی ترائیوں سے راس کماری تک کروڑوں لوگ اردو سمجھتے، پڑھتے اور لکھتے ہیں۔ وہاں بیسیوں اخبار اور سینکڑوں رسالے اردو میں شائع ہوتے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں کتابیں اردو زبان میں چھپتی ہیں۔

بابائے قوم قائدِ اعظم نے اردو کی قومی و ملی اہمیت، افادیت اور ہم گیریت کے پس منظر میں اردو کو قومی زبان قرار دیا اور اردو زبان کے نفاذ اور رواج یعنی ترویج کو آئینی تحفظ فراہم کیا۔ اس وقت پاکستان اس عذاب میں مبتلا ہے کہ تعلیم یافتہ حکمران طبقہ انگریزی زبان کا پروردہ اور برطانوی انگریزی تہذیب و تمدن کا دلدادہ ہے قومی ترقی قومی زبان اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے میں ہے۔ اردو کے علاوہ ہر زبان غیر ملکی ہے اور اسے غیر ملکی زبان کے طور پر پڑھایا جائے۔ اور کسی بھی قوم نے اس وقت تک ترقی نہیں کی جب تک اس نے اپنی زبان کو ہر شعبہ میں ذریعہ اظہار نہیں بنایا۔

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ---سارے جہاں میں دھوم ہماری زبان کی ہے

اس اشرف و اعزاز پر ہمارا ناز کچھ بے وجہ بھی نہیں۔ پاکستان کے مختلف علاقوں میں مختلف نسلوں کے لوگ آباد ہیں اور وہ کئی زبانیں بولتے ہیں۔ ہر قومی زبان اس قوم کی تہذیب و ثقافت کی آئینہ دار اور عوام کی امنگوں کی ترجمان ہوتی ہے۔ اردو اگرچہ پاکستان کے کسی بھی صوبے یا علاقے کے لوگوں کی مادری زبان نہیں۔ اس کے باوجود اسے پاکستان کی قومی زبان کا درجہ ملا تو اس لیے ملا کہ یہ زبان مسلمانان ہندو پاکستان کی سینکڑوں برسوں پر پھیلی ہوئی تہذیبی روایات اور ان کی علمی، ادبی و لسانی کاوشوں کی امین ہے۔

لیکن اس کے برعکس ہمارے ہاں یہ بہت ہی بدقسمتی کی بات ہے کہ ہم نے شروع سے ہی غیروں اور غیروں کی زبان کے سہارے چلنا شروع کیا ہے اور شاید سب یہ بھول گئے ہیں کہ زندگی آپ کو کامیابی کے رستے نہیں لے جاتی مگر بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اپنے پاؤں پہ چلنے کے بجائے انگریزوں کے قدم پہ چل رہے ہیں ہمیں کئی برسوں سے صرف یہی سبق پڑھایا جا رہا ہے کہ انگریزی کو سیکھے بغیر ہم کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتے اور ترقی کا سوچنا بھی ناممکن ہے۔

اپنی زبان کے علاوہ دوسری زبانوں کے پیچھے اس قدر پڑ جانا کہ رات دن منہ مروڑ کر انگریزی ہی بولتے رہو جیسے دنیا کی ساری کامیابی اسی میں ہے تو یہ بہت غلط بات ہے۔ کسی دوسری زبان کا استعمال ثانوی ہونا چاہیئے اور اپنی زبان کو سب سے زیادہ اہمیت دینا ضروری ہے۔

سلیقے سے ہواؤں میں جو خوشبو گھول سکتے ہیں---ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جو اردو بول سکتے ہیں

قومی زبان کے طور پر اردو کی اپنی جائز حق سے محرومی کی ایک وجہ وہ عناصر بھی ہیں جنہیں پاکستان کا قیام ایک آنکھ بھی نہیں بھاتا اور جو نظریہ پاکستان کے بہت مخالف ہیں۔

یہ تو سچ ہے کہ اگر زبانیں تعطل کا شکار ہو جائیں یا ان کے دائرہ کار پر ارادتاً کوئی پابندی عائد کر دی جائے تو ایسی زبانیں دنیا میں زندہ نہیں رہتیں۔ مگر پتا نہیں ہم کس احساس کمتری اور غلط فہمی میں مبتلا نہیں کہ اردو زبان کو بطور سرکاری اور دفتری زبان نافذ کرنے میں ٹال مٹول کر رہے ہیں۔ اگر لسانی سطح پر اس کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو یہ انگریزی اور دوسری مغربی زبانوں سے کہیں زیادہ آسان ہے اور پاکستان کا ہر ان پڑھ آدمی بھی اسے بولنا جانتا ہے اور دیکھا جائے تو یہی تو صلہ ہے اپنی قومی زبان پر غیر زبان کو ترجیح دینے کا کہ پہلے ہم غیروں کی زبان کے محتاج ہوئے اور پھر کوڑی کوڑی کے انہی کے دست نگر ہو کر رہ گئے۔

قومی زبان کے طور پر اردو کا فروغ نہ صرف یکجہتی اور اتحاد کے لیے ضروری ہے بلکہ دنیا کی اقوام کے درمیاں امتیاز اور سربلندی کے لیے بھی ضروری ہے۔اس وقت کیفیت یہ ہے کہ ہمارے ملک کے نوجوان ایک طویل عرصے تک انگریزی زبان کی تحصیل میں لگے رہتے ہیں اور یوں ان کی عمر کا ایک قیمتی حصہ محض ایک غیر ملکی اور اجنبی زبان سیکھنے میں صرف کر دیا جاتا ہے۔

اگر ہم نیک نیتی سے اردو کو بطور قومی زبان اختیار اور رائج کرنے کا تہیہ کر لیں تو کوئی مشکل، کوئی رکاوٹ ہمارے راستے کی دیوار نہیں بن سکتی۔ حکومتی ایوانوں میں اردو کا چلن ہو، سرکاری دفاتر کی تمام کاروائی میں اردو اور صرف اردو کا سہارا لیا جائے، تعلیم، تجارت، کاروبار، امتحانات غرض کہ زندگی کے تمام شعبوں میں اردو سے کام لیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اردو کو ہماری قومی زبان کے طور پر وہ مقام حاصل نہ ہو جائے جس کی وہ واقعی مستحق ہے۔ پس اگر ہمیں اپنے وطن کی ترقی اور سالمیت عزیز ہے۔اگر ہم انگریزی زبان اور انگریزی تہذیب کے غلبے سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے اردو کو صدق دل سے اپنی قومی زبان کے طور پر قبول کرتے ہوئے وہ تمام اقدامات کرنے ہوں گے جو ایک زبان کو صحیح معنوں میں قومی زبان بنانے کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔

سارے عالم میں پھیلی خوشبو دیکھی
لہجے میں مہکی اردو دیکھی

قائدین تحریک نفاذ اردو پاکستان
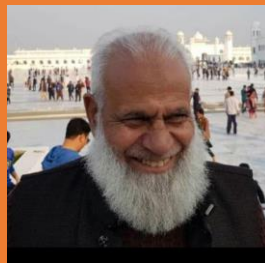
ملک ضیاء الحق	محمد افضل سدوزئی	محمد زبیر چوہدری	پروفیسر گوندل

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے۔۔۔ عطاء الرحمٰن چوہان

پاکستان پر انگریزی زبان کا جبری مسلط کر کے مغربی تہذیب کو رواج دیا جا رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں ہماری روزمرہ گفتگو اور تحریر و تقریر میں سینکڑوں انگریزی الفاظ در آئے ہیں اور اردو کے سینکڑوں الفاظ ہمارے حافظے سے بھی محو ہو چکے ہیں۔ آج ہمیں بچوں کو اردو الفاظ کے معنی انگریزی میں بتانے پڑتے ہیں۔ گنتی لکھنا اور بولنا سو فیصد ختم ہو چکا ہے۔

- اس کے نتیجے میں فرنگی لباس اور نوجوان مرد اور خواتین میں بے حجابی کا چلن بڑھتا چلا جا رہا ہے۔
- دینی لٹریچر جو سو فیصد اردو میں ہے۔ جس سے نئی نسل استفادہ کرنے کے قابل نہیں رہی۔
- رٹا کے ذریعے امتحانات پاس کرنے والی نسل ملازمتوں کے امتحانات میں 98 فیصد فیل ہو رہی ہے۔ جس سے معاشرے میں بیروزگاری اور بے چینی بڑھ کر جرائم پیشہ نسل تیار کر رہی ہے۔
- رٹا کلچر ڈگریوں کے سبب طلبہ میں تخلیقی صلاحیتوں کو مسل دیا گیا ہے، جس سے علمی طور پر بانجھ نسل تیار ہو رہی ہے۔
- جو نوجوان کسی درجے میں بہتر انگریزی سیکھ لیتے ہیں وہ یورپ کی منڈیوں میں اپنا ہنر بیچ رہے ہیں اور سارے نااہل لوگ مقامی اداروں میں کھپائے جا رہے ہیں۔ جس سے پورا نظام مملکت مفلوج اور کرپٹ ہو چکا ہے۔
- انگریزی زبان اور مغربی تہذیبی یلغار کے باعث ہماری دینی اور مقامی تہذیبی اقدار دم توڑ رہی ہیں۔
- یوں پاکستانی معاشرہ اپنی دینی اور تہذیبی پہچان کو فرسودہ قرار دے کر فرار پا رہا ہے۔
- آج کا بچہ اردو لکھ نہیں سکتا تو کل کا بچہ اردو پڑھ نہیں سکے گا۔
- ابا جان اور امی جان سے مما، ڈیڈی کے سفر نے سارا ادب و احترام ختم کر دیا ہے۔ ہماری خواتین احتراماً شوہروں کا نام لینا پسند نہیں کرتیں تھیں، آج شوہر کا تقدس کسی تفصیل کا محتاج نہیں رہا۔ حلال و حرام کے پیمانے تک بدل گئے ہیں اور حیاء اپنی آخری سانسیں لے رہی ہے۔

اردو زبان اور ہمارا غیر جانبدارانہ رویہ

مغفرہ لنگاز ولو اجسٹ (لاہور)

اردو زبان کتنی سادہ، پیاری اور جلدی سمجھ آنے والی ہے۔ اردو زبان آجکل کی رائج کی ہوئی نہیں ہے یہ ہمارے قائد اور ہمارے آباؤاجداد سر سید احمد خان کی رائج کی ہوئی ہے یہ اس وقت کی زبان ہے جب پاکستان کا تصور پیش کیا گیا تھا۔ اس لیے ہمیں اپنی زبان کو فروغ دینا چاہیے لیکن ہم لوگ آجکل مغربی ممالک کی زبان انگریزی کو فروغ دینے پر تلے ہوئے ہیں جہاں دو چار پڑھے لکھے بیٹھے ہوں وہاں صرف انگریزی زبان سننے کو ملتی ہے میں خود حیران ہوں کہ ہم لوگ کس دوڑ میں لگے ہوئے ہیں کیا ہماری پہچان یہی ہے کسی اور ملک کے کلچر کو زبان کو اپنانا، خود کو بھول گئے ہیں۔ اسلام، پاکستان کی ثقافت کیا ہے زبان کیا ہے ہماری زندگی کا مقصد کیا بس یہی رہ گیا ہے کہ انگریزی بولنے اور سیکھنے میں لگا دیں۔ ہماری قوم میں تو انگریزی زبان کا رجحان ہماری اردو زبان کو کم کرتا جا رہا ہے لیکن ہم کچھ بھی نہیں کرتے صرف اس لیے کیونکہ انگریزی زبان ہمیں مہذب بناتی ہے اور ہمارے ماں باپ بھی اپنے بچوں کو اردو بولنے سے زیادہ انگریزی زبان سکھاتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ ہم اپنی ہی قومی زبان کو کیوں نظر انداز کر رہے ہیں؟ کیا ہماری اردو زبان ہمیں مہذب نہیں بنا سکتی لیکن نہیں ہم انگریزی زبان بولنے پر توجہ دے رہیں ہیں۔ آج کل لوگ پیغام رسانی بھی انگریزی زبان میں کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ ہمیں بھی انگریزی زبان آنے لگی ہے ہم کیوں بھول جاتے ہیں کہ اس اردو زبان کے لیے قائد اعظم محمد علی جناح نے کتنی محنت کی اس کے لیے دن رات خواب دیکھے تھے اور اس کو ملک کی قومی زبان بنایا اور بنگالی زبان سے الگ کیا جہاد چلایا لیکن آج کا نوجوان یہ نہیں سمجھتا۔ سب سے پہلے آپ اپنا محاسبہ کریں کہ آپ کتنا اپنی زبان کو فروغ دے رہے ہیں آپ کتنا مخلص ہے اپنے ملک کے ساتھ، اپنی روایات کے ساتھ کیونکہ جو لوگ اپنا محاسبہ کرتے ہیں وہی لوگوں تک اصلاحی پیغام پہنچا سکتے ہیں اس لیے آپ خود اردو بولے اگر کسی غیر ملک میں چلے گئے ہیں تو وہاں بھی اپنی زبان میں بات کریں، اپنی تحریریں کتابیں سب اردو میں پڑھیں اپنا نصاب بھی اردو میں یاد کریں اور اگر کوئی آپ کو شرمندہ کریں کہ آجکل تو لوگ انگریزی بول رہے ہیں اور آپ اور وہ آپ کی بات سننے میں کوفت محسوس کریں تو دور رہیں ان لوگوں سے جو آپ کو بھی جہالت اور مغربی طرز زندگی میں دھکیلنا چاہتے ہیں لیکن اپنی قومی زبان کو مت چھوڑیں آپ خود کو مضبوط بنائیں اور اردو زبان کو فروغ دیں۔

قرارداد نفاذ قومی زبان اردو

ہم وزیر اعظم پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں

قائد اعظم محمد علی جناحؒ کے فرامین، دستور پاکستان 1973 کی منشاء اور سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق وفاقی اور صوبائی حکومتیں آرٹیکل 251 کے احکامات کو بلا تاخیر اور پوری طاقت سے فوراً نافذ کریں نیز پاکستان میں بولی جانے والی تمام علاقائی زبانوں کو دستور کی شق 251(3) کے تحت مکمل تحفظ دیتے ہوئے فروغ کا اہتمام کیا جائے۔

ہم یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ سینٹ کی متفقہ قرارداد کی روشنی میں وفاقی، صوبائی محکمہ جات میں ملازمتوں کے تمام امتحانات بشمول سی ایس ایس قومی زبان میں لینے کا اہتمام کیا جائے اور تمام سرکاری اور نجی تعلیمی اداروں میں یکساں نصاب اور قومی زبان اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے کیونکہ عدم نفاذ کی صورت میں حکومت دستور شکنی اور توہین عدالت کی مرتکب ہو رہی ہے، جس سے ملک میں لاقانونیت فروغ پا رہی ہے۔

تحریک نفاذ اردو پاکستان

طبقاتی نظام تعلیم۔۔۔۔ عمارہ کنول (گوجر خان)

وطن عزیز کی ترقی صرف اسی صورت ممکن ہے کہ اس میں اردو زبان کے نفاذ اور فروغ کو یقینی بنایا جائے۔یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ آزادی کے ستر سال گزرنے کے باوجود بھی ہم نے ایک غیر ملکی زبان کو اپنا رکھا ہے۔میں بطور پاکستانی جناح کے پاکستان میں انگریزی کے عروج اور اردو کے زوال پر نوحہ کناں ہوں ماتم کناں ہوں۔ساری دنیا اس حقیقت کو پا چکی ہے کہ کسی بھی قوم کی ترقی کا راز اس کی قومی زبان کے نفاذ میں ہے۔زمینی آزادی تو ہم نے قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں حاصل کر لی مگر ذہنی غلامی سے آج تک باہر نہیں آسکے۔جس طرح سے ہمارے ہر ادارے میں انگریزی کا راج ہے یہ ہماری قومی غیرت کے لئے سوالیہ نشان ہے۔اس سے زیادہ مذاق کیا ہوگا کہ آئین پاکستان بھی انگریزی میں ہے تو وہ اسی فیصد پاکستانی جو انگریزی زبان سے نابلد ہیں وہ اپنے حقوق اور پاکستانی قوانین کے بارے میں کیسے جان سکتے ہیں۔ہر سرکاری و غیر سرکاری ادارے کے باہر نصب شدہ تختی انگریزی میں ہے۔عام پاکستانی کیا جانے کہ آئیسکو سے مراد اسلام آباد الیکٹرک سپلائی کمپنی ہے۔نادرا سے مراد نیشنل ڈیٹا بیس رجسٹریشن اتھارٹی ہے۔نیب سے مراد احتساب کا قومی ادارہ ہے۔اس طرح ہر دوسرا قومی ادارہ اور اس کے بارے میں معلومات پاکستانی قوم کے پاس نہیں ہیں۔ہر ادارے کے فارم انگریزی میں دستیاب ہوتے ہیں اور ادارے کو اس سے سروکار نہیں ہوتا کہ کوئی انگریزی پر عبور رکھتا بھی ہے یا نہیں۔مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ انگریزی نے ہماری ترقی کا راستہ روک رکھا ہے۔میں اپنی قوم کے مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہنے میں بھی حق بجانب ہوں کہ انگریزی نے ہم بائیس کروڑ پاکستانیوں کو تقسیم کر رکھا ہے۔ایک طبقہ اردو بولنے والا اور دوسرا طبقہ انگریزی کا دلدادہ اور اس کا پرچار کرنے والا۔جب پاکستان بنا تھا ہم ایک قوم تھے۔اس لئے ہماری ایک زبان ہونی چاہیے جو دنیا بھر میں ہماری آزاد قوم کے طور پر پہچان بنے۔دوسری قومیں آپ کی زبان کو عزت تب دیتی ہیں جب آپ خود اسے عزت دیں اور اس پر فخر کریں۔زبان کسی بھی قوم کا قومی ورثہ ہوتی ہے۔اور غیرت مند قومیں اپنے قومی ورثے اور اثاثوں کا تحفظ کرتی ہیں۔آج ہماری قوم میں انگریزی اس طرح رچ بس گئی ہے کہ اگر اس کے نفاذ پر بات یا کوشش کی جائے تو انگریزی کا دلدادہ طبقہ اس کی مخالفت اور انگریزی کا ترجمانی کرتا ہے مجھے بطور پاکستانی اس پر سخت شرمندگی ہوتی ہے کہ ہمیں اپنی ہی قوم کو اپنی زبان کے فضائل واہمیت اس کے نفاذ کی وجوہات سمجھانا پڑیں اور وضاحتیں دینی پڑیں۔

وطن عزیز میں اردو کے نفاذ اور فروغ کے لئے یہ بات کافی ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح نے فرمایا تھا کہ پاکستان کی ایک ہی سرکاری زبان ہو گی اور وہ صرف اور صرف اردو ہو گی۔

ہمیں قائد اعظم کی خواہش اور اپنی قوم کی مشکلات کو مد نظر رکھتے ہوئے پیارے پاکستان میں اردو کے نفاذ کی ہر ممکن کوشش کرنی ہو گی کیونکہ ہم آزاد قوم ہیں۔ہماری زبان ایک ہونی چاہیے جو ہم بائیس کروڑ پاکستانیوں کی نمائندگی کر سکے۔

سارے پاکستانیوں کو اس حقیقت کو قبول کرنا ہوگا کہ ہم پاکستانی ہیں ہم انگریزی کے جتنے بھی ماہر بن جائیں ہم انگریز نہیں بن سکتے نہ ہی انگریز ہمیں عزت دیں گے۔ہم دنیا میں جہاں بھی جائیں گے ہم پاکستانی شہری جانے جائیں گے۔انگریزوں کے رنگ ڈھنگ اور زبان اپنانے سے ہم نہ انگریز بن سکیں گے نہ پاکستانی۔اور یہ دنیا میں ہماری جگ ہنسائی کا موجب بھی ہے کہ ایک آزاد قوم پر ایک غیر

زبان کی حکمرانی ہے-اور وہ قوم آزاد ہو کر بھی آزاد نہیں ہے-اگر اس وقت بھی ہم نے اپنی زبان کا تحفظ نہ کیا تو ہماری آنے والی نسلیں اس سے لاتعلق ہی رہیں گی-وہ بھی زبان کا دفاع اور عزت تب ہی کریں گی اسے اپنانے میں فخر تب کریں گی جب ہم اسے قومی زبان کا درجہ دے کر اسے قابل قدر بنائیں گے-ہمیں گھر گھر، شہر شہر، کوچہ کوچہ، بستی بستی، قریہ قریہ یہ پیغام اپنی قوم تک پہنچانا ہے بالخصوص ہمیں اپنی نئی نسل تک اس پیغام کو پہنچانا ہو گا کیونکہ نوجوان ہماری طاقت اور سرمایہ ہیں جو اپنے وطن کی خاطر ساری دنیا سے لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں ہمارے نوجوان ہی ہمارا مستقبل ہیں-ہم یہ محاذ نوجوان نسل کو ساتھ ملائے بغیر سر نہیں کر سکتے-ان کا جوش جذبہ ہماری زبان کے لئیے بہت فائدے مند ثابت ہو سکتا ہے ہمیں بس انھیں یہ بتانے یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ یہ ہماری قومی زبان ہے اور آپ ہمارا آنے والا روشن کل-اپنی زبان کو مقدس امانت سمجھ کر اس کی حفاظت کریں اور اس کو عزت دیں اسے اپنائیں اس پر فخر کریں-

ہمیں اپنی آواز اپنے مطالبے کو نوجوانوں کی آواز اور مطالبے میں بدلنا ہے-اگر ہم یہ پیغام اپنی نوجوان نسل تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے تو اردو زبان کا نہ صرف نفاذ ہو گا بلکہ اس کا مستقبل بھی تابناک ہو گا-ہم نے اس خواہش کو نوجوانوں کی زمہ داری بنانا ہے-

ہماری قوم دنیا کی عظیم قوم ہے اور ہمارے نوجوانوں کے جوش وجذبے اور صلاحیتوں سے ساری دنیا واقف ہے-ایسی قوم اور ملک مشکلوں سے ملتے ہیں-ہمیں اس سے جڑی ہر چیز کو بہت عزیز رکھنا ہے خواہ وہ اس کی زبان ہو یا دفاع-

میں بطور پاکستانی تاحیات اردو زبان کے تحفظ، نفاذ اشاعت وترویج اور فروغ کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دوں گی کیونکہ یہ قائد اعظم کی خواہش اور ہماری قوم کی ضرورت ہے-اور میں چاہوں گی جب بھی اردو کے دیوانوں اور رکھوالوں کی تاریخ لکھی جائے تو اس میں میرا نام لازمی ہو-

انگریزی سے انکار

اردو سے پیار

آن لائن دستخطی مہم

www.change.org/p/vote-for-urdu/

اسی طرح آن لائن دستخطی مہم دنیا میں معروف ویب سائٹ پر جاری ہے-
جس پر دنیا بھر میں مقیم پاکستانی دستخط کر رہے ہیں اور روز افزوں اس میں اضافہ ہو رہا ہے-

علامہ اقبالؒ ۔۔۔ مسلسل نظرانداز کیوں کیے جا رہے ہیں۔ عطاء الرحمٰن چوہان

کل علامہ اقبال کے یاد میں منعقدہ ایک تقریب میں شرکت کا موقعہ ملا تو وہاں بیٹھے میں مسلسل شرمندگی محسوس کرتا رہا کہ میں اقبال کے بارے میں کتنا جانتا ہوں۔ پہلے کبھی اقبال کے یوم ولادت و وفات کی مناسبت سے سرکاری چھٹی ہوتی تھی، تعلیمی اداروں میں تقریبات ہوتیں تھیں۔ سیاسی، سماجی اور علمی مجالس میں بھی تلاوت، نعت کے بعد کلام اقبال پڑھنے کا بھی رواج تھا۔ وفاقی اور صوبائی سطح پر سرکاری طور پر فکر اقبال پہ سیمینار ہوتے رہتے تھے۔ اخبارات خصوصی ایڈیشن کا اہتمام کرتی تھیں۔ کسی نہ کسی بہانے اقبال ہماری زندگی میں زندہ و جاوید محسوس ہوتے تھے۔

جب سے امریکی ایماء پر حکمرانوں نے فکر اقبال کو نصابی کتب سے نکالا ہے تب سے فکر اقبال ہمارے قلب و اذہان سے محو ہوتی چلی گئی ہے۔ آج اقبال ہمارے ہاں ایک مفکر کے بجائے ایک سیاسی شخصیت کے طور پر زندہ ہیں۔ معلومات عامہ کی کتابوں میں ان کی تاریخ پیدائش، وفات اور تحریک آزادی پاکستان کے لیے ان کی کچھ خدمات کا ذکر مل جاتا ہے۔ ہماری نسل میں کچھ لوگ اقبال کو خوب جانتے ہیں جبکہ ہماری اگلی نسل اقبال کو بس ایک بڑے آدمی کے طور پر جانتی ہے۔ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو چند سال بعد اقبال ہماری قومی زندگی سے غائب ہو جائیں گے۔ اقبال نے اسی وجہ سے تو جواہر لعل نہرو کے نام اپنے مکتوب میں قومی زبان کے بارے میں کہا تھا کہ۔ ''اردو زبان کے بارے میں میری لسانی عصبیت کسی طرح بھی دینی عصبیت سے کم نہیں''۔

اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ اقبال فراموشی کی ایک بڑی وجہ قومی زبان سے اعراض بھی ہے۔ اقبال تو اردو اور فارسی میں پایا جاتا ہے۔ فارسی کو ہم کب سے دیس نکالا دے چکے ہیں اور اردو کو بھی پوری قوت سے تعلیمی اداروں اور سرکاری دفاتر سے باہر نکالا جا چکا ہے۔ اقبال تو مشرق کی آواز تھی، اسلام کا ترجمان اور قرآن کا مفسر تھا۔ انگریزی کے غلبے نے ہمیں فکری طور پر بانجھ کر دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں ہمارے اندر سے مشرقی اقدار، اسلام سے محبت اور قرآن سے تعلق اگر مکمل طور پر ختم نہیں ہوا تب بھی بڑی حد تک ہم ان تینوں محوروں سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اقبال نے اسی پیرائے میں کیا خوب کہا تھا:

تعلیم کے تیزاب میں ڈال کر اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے موڑ
ہم تو سمجھے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

قومی زبان کسی بھی قوم کی پہچان ہوتی ہے۔ جب قومی زبان ہی قومی زندگی سے نکال دی جائے تو پھر پہچان کیسی؟۔ پہچان ہی درراصل قومی عصبیت، قومی غیرت اور قومی حمیت کو جنم دیتی ہے۔ ان اوصاف کو جنم دینے والے چشمے ہی سوکھ جائیں تو قومی حمیت اور قومی پہچان کی حس بھی ختم ہو جاتی ہے۔ آج کا پاکستان اس کی بدترین مثال ہمارے سامنے ہے۔ پاکستان میں انگریزی طبقے

کے سکولوں میں اردو میں بات کرنے پر طلبہ کو بھاری جرمانے کیے جاتے ہوں اور ہماری غیرت نہیں جاگتی۔اس سے بڑھ کر بے حمیتی اور کیا ہوگی۔ جس ملک میں عوام کو قومی زبان کے بجائے بدیسی زبان میں مخاطب کیا جائے، قانون غیر ملکی زبان میں بنائے جائیں، عدالتیں فیصلے بھی غیر ملکی زبان میں کرتی ہوں اور کار سرکار انگریزی میں انجام دئے جاتے ہوں تو اس سے زیادہ قومی زبان کی توہین اور کیا ہوگی۔ صد افسوس! ملک کے کسی کونے سے قومی زبان کی اس بے توقیری پر آواز بلند نہیں ہوتی۔ عوام اور خواص کے نزدیک قومی زبان کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ سب کچھ انگریزی کے تسلط کی وجہ سے ہے۔ بات قومی زبان تک محدود نہیں، اس کے نتیجے میں قومی حمیت اور غیرت بھی بے معنی لفظ ہو چکے ہیں۔ انہی وجوہات کی بناء پر اقبال، قائداعظم اور ہمارے دیگر زعماء ہمارے حافظے سے محو ہوتے جارہے ہیں۔

اب بھی وقت ہے بلکہ تبدیلی کے بلند آہنگ نعروں کی گونج میں مناسب ترین موقع ہے کہ ہم دستور پاکستان کی دفعہ 251 اور سپریم کورٹ کے فیصلے 8 ستمبر 2015 پر عمل درآمد پر زور دیں اور قومی زبان کو عزت دلوانے کے لیے اپنی آواز بلند کریں۔ قومی زبان کے نفاذ کے بعد ہی قوم اقبال شناسی کی طرف لوٹے گی ورنہ اس کا کوئی اور طریقہ ابھی تک ایجاد نہیں ہوا۔

کیپس کالج رائیونڈ لاہور میں تاریخی مشاعرہ

۱۵ اکتوبر بروز ہفتہ کو تحریک نفاذ اردو پاکستان کے اشتراک سے کیپس کالج رائے ونڈ میں عہد ساز مشاعرے کا انعقاد کیا گیا تھا۔ کیپس کالج کی انتظامیہ نے مشاعرہ کی کامیاب تکمیل کے لیے اخلاقی اور مالی لحاظ سے بھرپور تعاون کیا۔

پروگرام کی صدارت جناب امجد اسلام امجد نے کی تھی۔ شرکاء میں ملک کے مختلف شعبہ جات بلخصوص ادب کی دنیا کی نامور شخصیات اور شعراء زینت محفل بنے۔ مشہور اینکر افتخار افی صاحب کی خصوصی شرکت نے محفل مشاعرہ کا مزہ دوبالا کردیا۔ تحریک نفاذ اردو پاکستان کے عہدیداران اور اراکین میں سے افشین شہریار، عمران یوسف، عابد نصیر، ضیغم عباس گوندل اور معتمد خاص روزینہ زرش اور کیپس کالج کے نوجوان طلباء وطالبات کی اک بڑی تعداد نے محفل میں شریک ہو کر تقریب کو چار چاند لگا دیے۔

تقریب میں ادبی سرگرمیوں سمیت قومی زبان اردو کو بطورِ سرکاری اور دفتری زبان کے طور پر نافذ کروانے کے لیے سوچ بچار کی گئی اور نوجوانوں میں جذبہ حب الوطنی کے ساتھ ساتھ قومی زبان سے محبت کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا گیا۔ ترقی کی منازل طے کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اُردو کو بطورِ سرکاری و دفتری زبان کے طور پر رائج کیا جائے۔

تحریک نفاذ اردو پاکستان کے متحرک رکن شاعر و لیکچرار ضیغم عباس گوندل کی محنت اور قومی زبان سے محبت کے سلسلہ میں اس شاندار پروگرام کا انعقاد کرنا قابلِ ستائش ہے۔

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

کیپس کالج رائیونڈ لاہور میں تاریخی مشاعرہ کی تصویری جھلکیاں

دستخطی مہم کی جھلکیاں

حافظ نعیم الرحمن امیر جماعت اسلامی کراچی

اسلم الوری دستخط کرتے ہوئے

لیاقت بلوچ قرارداد پر دستخط کر رہے ہیں

نفاذ قومی زبان کے لیے جاری دستخطی مہم کی تصویری جھلکیاں

تاثرات---- قارئین کی آراء

مکرم جناب عطاء الرحمٰن چوہان صاحب

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ مجلّہ نفاذ اردو موصول ہوا اور اسے پڑھنے کا بھی موقع ملا ہے۔ خصوصی طور پر آپ کے کالم / تحریر نے بلااشتعال قاری کو جنجھوڑا ہے کہ ہم کس قدر قومی فریضہ سے بے غرض اور بے حس ہو کر دور ہو گئے ہیں۔ ملکی حالات نے نفسا نفسی کا عالم بر پا کر رکھا ہے اور ہماری اشرافیہ چوری چکاری میں مصروف عمل ہے۔ ایسے میں کون سی قوم اور کون سی قومی زبان اور اس کی بدحالی پر دھیان ہوگا۔ غریب سفید پوشی چھپانے پر دن رات ایک کیے ہوئے ہے۔ اور سب سے بڑھ کر اس موجودہ تعلیمی نظام نسل نوع کو قومی زبان اور قومی غیرت و حمیت سے دور کرنے کا موجب ہے۔ دعا ہے اللہ اس ملک و قوم پر رحم کرے اور اسے قومی غیرت دے تاکہ اپنی ملکی و قومی شناخت کو ختم ہونے سے بچا سکیں۔ پاکستان پائندہ باد

والسلام

اویس لطیف، ماہر امور جرائم

ماہ جبین ملک

محترم چوہان صاحب ماہنامہ نفاذ اردو بھیج کر آپ نے میرے کان کھول دیئے ہیں اور میں متفکر ہوں کہ ہم سب مجرمانہ غفلت میں کیوں پڑے ہیں۔ سچی بات ہے کہ ہمیں کسی نے احساس ہی نہیں دلایا، آپ کی مشکور ہوں کہ مجھے اس غفلت سے نجات دلائی۔ اج سے میں تحریک کی دل و جان سے خدمت کروں گی۔ کوشش کروں گی کہ پچھلی کوتاہی کا ازالہ کر سکوں۔

یہ قوم کی تقدیر بدلنے اور حقیقی آزادی کے حصول کی کوشش ہے۔

ماہنامہ نفاذ اردو شمارہ اکتوبر توحسب سابق کئی نئی چیزوں سے بھرپور تھا۔ ڈاکٹر خالد اقبال یاسر اور جناب گل بخشالوی سے مکالمہ مجلّہ کی جان تھے، عطاء الرحمٰن چوہان کی جھنجوڑ دینے والی تحریر اور نوجوان لکھاریوں کی نگارشات قوم کو بیدار کرنے کا ذریعہ بنیں گی۔
میں رسالہ اپنے حلقہ تعارف تک پہنچا دیتا ہوں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو سعادت سمجھ کر انجام دوں گا۔

نیاز مند

افتخار حسین, ایبٹ آباد

اردو کی زبوں حالی۔۔۔۔آصفہ محمد ارشاد

قومی زبان کسی بھی ملک اور اس کے باشندوں کی تہذیب و ثقافت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اردو زبان ہمارے تشخص، ہماری تہذیب و تمدن کی عکاس ہے۔ یہ ملک پاکستان کے مختلف علاقوں اور مختلف تہذیبوں کی بہترین نمائندگی کرتی ہے۔ اس زبان کی ایک عمدہ خوبی یہ ہے کہ ہر زبان کے خوبصورت اور حسین لفظوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ الگ بات ہے آج ہمارے ہاں اردو کی زبوں حالی کا عالم یہ ہے کہ اپنے ہی ملک میں بیگانی سی محسوس ہوتی ہے۔ اس کی اہمیت روز بروز کم سے کم تر ہوتی جا رہی ہے۔ قومی زبان سے محبت کرنے والے اب خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ روز مرہ گفتگو میں اردو کے آسان اور عام فہم الفاظ کو چھوڑ کر دھڑا دھڑ انگریزی الفاظ کا استعمال کرتے ہیں اور اسے باعث فخر بھی سمجھتے اور گردانتے ہیں۔ اور اس کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اگر ہماری غفلت کا یہی حال رہا تو بہت جلد ہمیں اپنے اس قومی سرمایے کے ساتھ ساتھ اپنی اخلاقی اقدار سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ اس سب سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم غلامانہ ذہنیت کو بدل کر آزاد ملک قوم ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی قومی زبان کا وقار بحال کریں۔ اس کے اصل رسم الخط کو استعمال کرتے ہوئے اس کے فروغ کے حتی المقدور کوشش کریں۔

رانی شاہ، معتمد صوبہ کے پی کے

ڈاکٹر سیما شفیع، صدر کے پی کے

عامر شریف، مرکزی رہنما

انجنیئر حمزہ محبوب، امور نوجوانان

سید مظہر مسعود

سید اویس لطیف

ساجد الرحمن بانیاں

شیریں سید

ترانہ

بنام تحریکِ نفاذِ اردو

احمد محمود الزمان (صدارتی ایوارڈیافتہ)

حُسن تدبیر ہے تحریکِ نفاذ اُردو	ذوق تعمیر ہے تحریکِ نفاذ اُردو
فرد وملت سے ہے وابستہ اسی کے دم سے	اپنی جاگیر ہے تحریکِ نفاذ اُردو
منتشر ہونے نہیں دیتی کبھی لوگوں کو	تقدیر ہے تحریکِ نفاذ اُردو
اس کی تنظیم میں اک درس ہے یک جہتی کا	جاں کی تطہیر ہے تحریکِ نفاذ اُردو
رہروِ شوق کی منزل کا نشان دکھلائے	مثل تنویر ہے تحریکِ نفاذ اُردو
نور امید رکھے اس کے عمل کو روشن	کہاں دلگیر ہے تحریکِ نفاذ اُردو
اس کو ہر حال میں مقصود ہے جمعیتِ قوم	ردِ تکفیر ہے تحریکِ نفاذ اُردو
سارے افراد کا فکر و نظر اک جیسا	ذوق تسخیر ہے تحریکِ نفاذ اُردو
نوجوانوں کی طرح اپنے عمل میں پُر جوش	عقل میں پیر ہے تحریکِ نفاذ اُردو
فرد کو دوسرے افراد سے مربوط رکھے	ایسی زنجیر ہے تحریکِ نفاذ اُردو
جس کا ہر لفظ دل وجاں میں اتر جاتا ہے	ایسی تقریر ہے تحریکِ نفاذ اُردو
خواب دیکھا ہے جو اربابِ وطن نے احمدؔ	اس کی تعبیر ہے تحریکِ نفاذ اُردو

سرپرست تحریک نفاذ اردو پاکستان شعبہ خواتین

معروف ادیبہ، شاعرہ محترمہ فرخندہ شمیم

کو ایوارڈ 2022 ملنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

TNUPAK +923495059760

TNUPAK tnupak@gmail.com

تمام اضلاع میں تنظیم سازی کا کام شروع ہے۔ جو خواتین و حضرات عملی جدوجہد کے لیے وقت دے سکتے ہیں، وہ اپنے مکمل کوائف کے ساتھ رابطہ کریں۔

03495059760

03495059760